



U32106 , Jctc - 29-12-05

Title - MASNAVI SEHER .

creator - Gopal Verma Seher (Hingani

pubisher - Adeshi Press (Lucknow) .

Date - 1925

Pages - 67 .

Subject - Urdhi Adab - Maganiviyat ; Sanskrit
Adab - Maganiviyat .

2

M.A.LIBRARY, A.M.U.



U32106



28 JUL 1963



RECEIVED 2002

تمہیں



”شکنتلا“ سنسکرت شاعری کا سدا بہار گلاب ہے، کالی داس
سنسکرت شاعری کا دل ہے تو ”شکنتلا“ اس دل کا دردناک اور نوجوان
کا نام دلوں میں پاکیزہ، دلکش اور رنگین تصورات کے جگانے کا
شکنتلا کا نام زبان پر آیا اور پردہ تصور پر ایک تصویر
کئی کیسی شگفتہ کیسی دروانگیر حسن اور شباب کا ایک بھائی والا
اب، پھول کی طرح نازک اور پتی کی طرح کمزور۔

ہر بھرا جنگل، ہندی کا شاداب کنارہ، کنول کے پھولوں کا گنج، ہرنوں
کلیں، چڑیوں کی خوشنوا سیاں، شہد کی کھبیوں کے نغمے اور ہوائے ط
بھونکے۔ ان دلفریبیوں کے بیچ میں شکنتلا اپنی دو سہیلیوں کے ساتھ
لے کے بھوسے پتے پر۔ راجہ دُشنت کو خط لکھتی ہے، لکھا دلفریب
ہے کیا شاعر کی فکر رنگین جذبہ حسن و فراق کی اس سے زیادہ پراثر اور
درد تصویر کھینچ سکتی ہے؟ شکنتلا ایک عورت ہے شاعر کی اور وہ کیسا
پکی۔ اس میں سیتا کی روحانیت نہیں، سیتا کی روحانیت نہیں

ومن کا صبر نہیں۔ وہ ایک کمزور ہستی ہے۔ تناور درخت نہیں جس پر ہوائیں
اثر نہیں کرتیں۔ وہ ایک شاخ ہے جو ہوائوں سے ہلتی ہے اور ٹوٹ جاتی
ہے۔ یہی اُسکی کمزوری اسکا جوہر ہے۔ اسی نے اُسے اتنا دلکش بنا دیا ہے۔
شیکسپیر کی طرح کالیڈاس نے بھی اپنے ڈراموں کے پلاٹ اختراع نہیں
کیے بلکہ پرانی روایتوں سے لیے ہیں۔ لیکن ان روایتوں میں وہ رنگینی
بیان اور لطافت جذبات بھروی ہے کہ قصہ بالکل اچھوتا ہو گیا ہے۔
رموڈالفت کے بیان میں کالیڈاس کو مدیٹوینی حاصل ہے اور اس رنگ
میں کوئی سنسکرت شاعر اسکی ہم سری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اس
قدرت سے حسن پرست نگاہ پائی تھی، جو انسانی جذبات ہی تک محدود نہ تھی
پھول اور پودے، وحش و طیور، غرض، سارا نیچر اسکے لیے حسن اور جذبہ
سے پر تھا۔ اسی لیے اسکے ہرن اور موہض خوبصورت جانور نہیں، اسکی
کوئلیں اور پیپے محض خوشنوا چڑیاں نہیں۔ ان میں وہ دلکشی ہے جو شاعر
کے احساس حسن ہی سے پیدا ہو سکتی ہے۔ یہی وصف ہے جس نے یورپ
کے سخن فہموں کو کالیڈاس کا مداح بنا دیا ہے۔

”شکنتلا“ کے ترجمے آردو اور ہندی میں بہت عرصہ ہوا، ہو چکے

در شک گلزار کے نام سے اسکا ایک مکتوم ترجمہ بھی مرصع ہوا تو لکھنؤ واپس لکھنؤ
 نے شائع کیا تھا۔ اس کے مصنف ایک مولوی سید محمد تقی صاحب تھے مگرچہ
 انھوں نے قصہ کو بڑی خوبصورتی سے نظم کیا ہے، لیکن انھوں نے بھی وہی روش
 اختیار کی ہے جو شمس قدیم نے شنوسی کے لئے مخصوص کر رکھا ہے۔ ہر ایک فصل میں
 وہی بہاریہ آغاز ہے اور وہی ساقی و ساغر کا تذکرہ، معلوم ہے کہ انہیں ہوتا کہ اصل قصہ
 سنسکرت سے ماخوذ ہے۔ ایرانیہ کا الیا گہرا رنگ چڑھا دیا گیا ہے کہ شنوسی
 میر حسن یا گلزار نسیم سے اسکی تیز کرنی مشکل ہے۔ افراد قصہ کی زبان سے وہی
 الفاظ نکلائے گئے ہیں جو اس حالت میں کسی مسلمان کی زبان سے نکلتے۔
 لباس بھی وہی پہنایا ہے جو کسی ترک طرار کے لئے موزوں ہے، مناظر میں بھی
 بلبیل اور بہار کے نغمے سنائی دیتے ہیں۔ الغرض شنوسی کی حیثیت سے اسکا درجہ
 کچھ ہی ہو، ہندو معاشرت کی ناواقفیت نے مصنف کو قصہ کا اصلی رنگ قائم رکھنے
 میں معذور کر دیا ہے۔ حضرت سحر نے قصہ کی وطنیت کا بدرجہ اتم خیال رکھا ہے
 درحالیکہ ”رنگ گلزار“ اور قصہ شیریں دفرما میں معاشرت و معیار، اخلاق کے
 اعتبار سے کوئی فرق نہیں، حضرت سحر کے مرود زن بگل بوٹے، چنبد بوند، آسان
 زین۔ آداب و اخلاق، رسم و تمدن، سب ہندوستان کے ہیں، انکی دلفریب اور

اصلیت میں مطلق فرق نہیں آیا۔

اس قصہ کو اردو میں نظم کر کے منشی اقبال و ماسٹر تھگامی نے اردو نواں پبلک کونزیرباہر احساں کیا ہے۔ ان کے طرز بیان کی تعریف کرنے کی ضرورت نہیں اس کا فیصلہ ناظرین خود کر لیں گے۔ لیکن اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ بلاغت اور روانی بیان اور حسن ترکیب کے اعتبار سے "نیرنگ سحر" قریب قریب "گلزار نسیم" سے لگا کھاتی ہے۔ حضرت سحر محض بندش کے لئے کالیہ اس کے ممنون ہیں۔ بیان کلیتاً اُنکا اپنا ہے اور اگرچہ انھوں نے کہیں کہیں غرور شاعری سے مجبور ہو کر قصہ میں انحراف کیا ہے۔ لیکن فی الجملہ قصہ کی نوعیت پر کئی فرق نہیں بہم کہ امید ہے کہ ناظرین "نیرنگ سحر" کا خوشی سے خیر مقدم کریں گے اور حضرت سحرؑ کی کاوش کی داد دیں گے۔ جس کے وہ بدرجہ اولیٰ مستحق ہیں

دیازرائسن ٹکمر۔

دفتر زمانہ۔ کانپور

مثنوی سحر

پہلا باب

ولادتِ شکنتلا

رباعی

اے عشق اتری خودی نے کیا کیا کیا	اب کیا رہا، خود خدا سے بیگانہ کیا
حاصل یہ کہ تھر تو نے اپنے نزدیک	اچھا بھی کیا اگر پھر اچھا نہ کیا



کتاب ہے جو داستانِ دلکش	یوں خامہ سے ہے بیانِ دلکش
قصہ ہے کہ جوے گوئی پر	تھا ایک فقیر نیک محض
بسوا مہتر اُس کا نام نامی	تھا حسنِ عمل میں وہ گرامی
یوں محوِ چالِ معرفت تھا	تھویرِ کمالِ معرفت تھا
وحدت کی چمک عیاں تھی اُس سے	قدرت کی جھلک عیاں تھی اُس سے

صحرا رنگینوں سے معمور
 پھولوں میں بنو دجلوہ حسن
 اک دفتر راز برگ تر تھا
 دریا، امواج کی زبانی
 پانی میں حباب کی وہ مستی
 لاتی تھی صبا ہواے جنت
 اٹھا تھا جو پردہ حقیقت
 اک جاپہ وہ عابد خرد مند
 بوے گل نہ ہر پیرہن میں
 تھا نشہ یا دحت سے یوں چور
 اک اک نے غرض کہ اسکو تارڑا
 اک روز بلا کے مینکا کو
 دُور ویش کی بات یوں بگڑ جائے
 آخر وہ پر ہی یہ سن کر آئی
 پہنچی وہیں ہرشی کے بن میں

تھا مظهر شانِ حسن مستور
 کلیوں میں وجود عقدہ حسن
 تفسیر نکات ہر شجر تھا
 کتنا تھا فناء نہسانی
 دکھلا رہی تھی فریبہ ہستی
 تھی پیش نظر فضاے جنت
 ہر سمت تھا جلوہ حقیقت
 تھا محو عبادتِ خداوند
 تھی راحتِ پاک اسکے تن میں
 تھا قلب ملکِ حسد سے معمور
 یوں کھیل بنا ہوا بگاڑا
 ظاہر کیا اپنے مدعا کو
 عرفاں کے چمن پر اُس بچ جائے
 اڑتی ہوئی پھر زمیں پر آئی
 یعنی گل نو کھلا چمن میں

سچ دھج وہ عرض بنا کے پہنچی
 بے پردہ تھا نور حسن و لکش
 شوخی حرام کا تھا یہ حال
 تھا لب پہ چوسن و عشق کا راگ
 نہا موش طیور خوش نوا تھے
 تھا رقص پری بھی یوں نمودار
 وہ لے کہ ہو سن کے بے خبر دل
 صحرا میں غرض جو گونج اٹھتی تان
 دیکھا تو تھی اک نگار خوش رو
 آنکھوں کے جو دیکھے جام شرار
 جو بن میں بھرا ہوا تھا جادو
 دیوانہ بنایا ہر اداس نے
 انداز پہ دل ہوا تھا قرباں
 تھا پہلے تو بندہ خدا وہ
 جس دل میں فروغ لامکاں تھا

عابد کے قریب جا کے پہنچی
 ظاہر تھا غرور حسن و لکش
 فتنہ تھا قدم قدم پہ پامال
 تاثیر میں تھی بھری ہوئی لاگ
 مدہوش صدا سے نغمہ زاتھے
 تھے وجد میں جھومتے کل اشجار
 وہ رقص کے لڑے رقص پر دل
 درویش کا گیان سے بڑا دھیان
 بس دل میں سمائی عشق کی بو
 یک نخت ہوئے حواس بیکار
 چتون میں بھرا ہوا تھا جادو
 زائل کیے ہوش منیکا نے
 آواز پہ دل ہوا تھا قرباں
 اب بندہ صنم کا بن گیا وہ
 اک جلوہ باطل اب وہاں تھا

دل گھر تھا خدا کا اب ہوا دیر
 ہر چند وہ تھا صراطِ رم پر
 "مائن گے تو عشق میں نکل کر"
 ہمت ہوئی دل میں التجا کی
 ظاہر ہوئی حالت نہسانی
 یہ دیکھے نیکا بصد جوش
 پاکیزہ خیال سر سے نکلے
 دونوں ہوئے جامِ وصل سے چور
 میعادِ معینہ گزر کر
 اک حورِ عیاں ہوئی پری سے
 آنچل پہ اٹھایا مینکائے
 شرماتی ہوئی حیا سے آئی
 بولی کہ "اے نکتہ دان الفت!"
 "یہ نورِ نظر، نظر میں رکھنا
 اب مجھ کو وطن کی ہوا اجازت

کعبہ کی صنم نے آکے کی سیر
 رکتا تھا مگر قدمِ قدم پر
 ارماں نے کہا چل چل کر
 جرات ہوئی عرضِ مدعا کی
 اُس رنگِ پریدہ کی زبانی
 درویش سے ہو گئی ہم آغوش
 اطلب اُدھر اُدھر سے نکلے
 مہ نے لیا آفتاب سے نور
 نکلا اس طرح نورِ انور
 پیدا ہوئی زہرہ مشتری سے
 دامن پہ رکھی کلی صبا نے
 درویش کے پاس ادا سے آئی
 لے نذر یہ ارغوانِ الفت!"
 یہ بختِ جگر، جگر میں رکھنا،
 جانے کی عطا ہو جلدِ رخصت"

دیکھی جو وہ دختِ ماہِ پار
 غفلت سے جو چشم ہو گئی وا
 آنکھوں سے ہٹا حجابِ غفلت
 یوں خوفِ خدا سے ڈر گیا وہ
 پھر ہو کے غریقِ بحرِ افسوس
 "اے نفس! کیا یہ تو نے کیا ہے؟
 تقویٰ کا مٹا نشانِ صدا فوس
 یہ کہے وہ زار زار رو یا
 دیکھی جو پری نے کج ادائی
 چھوڑا وہیں اُس بستیوں کو
 آہستہ وہاں سے خود اٹھ آئی
 بسواستراُس جگہ تھا مدہوش
 تھا بجزری میں یاد اگر کچھ
 پھوٹا گھبرا کے اُس زمین کو

عابد کو ہوا غمِ نظر ارا
 حیلہ کا گرا نظر سے پردا
 سمجھا کہ تلف ہوئی عبادت
 منہ پھیر کے پردہ کر گیا وہ
 بولا "صد حیف بختِ معکوس
 کیسی ہوئی تجھ سے یہ خطا ہے؟
 محنت ہوئی راگیاں صد فوس
 بس پھوٹ کے ابرو وار رو یا
 کچھ فتح پیر اپنی مسکرائی
 دریا نے گہر دیا زمین کو
 جنت کو اُڑ سی، ہوئی بھائی
 تھیں دختر و زن بھی فراموش
 تھی اپنے ہی رنج کی خبر کچھ
 دیوانہ سا چل دیا کہیں کو

درد دیش تھا کتواک نکو کار جلوسے ہی گرد و خست اتنویہ اک ہنس ہے سر پہ سایہ فلک خوبی کی ہے اک زالی صورت تھانیک جو وہ فقیر دانا معصوم پہ اُسکو رحم آیا لایا گھر اُسے غرض وہ خوش کام	دیکھا جو وہاں ہوا نمودار آئینہ میں حسن کی ہے تصویر شعلہ سا نہاں ہے زبرد امن پیاری سی ہے پھولی بجالی صورت اچھا اُسے چھوڑنا نہ جانا گو دی میں لیا، گلے لگایا رگھا اُس کا شکستہ نام
---	--

رہتی تھی سہیلیوں میں بن میں
بڑھنے لگی شاخ گل چمن میں

دوسرا باب تاثیر عشق رباعی

ہر نفس کی ہر نفس شرارت جو عیاں گو سحر نہاں کبھی عمل رہتا ہے	ہر وقت ہیں اس بھر کی امیج زلال لیکن ہے وہیں عشق بھی ہر جہاں
--	--

کیفیتِ صید ہے جو تحریر
 دلی کے قریب ہستنا پور
 راجہ دُشنیت حکمراں تھا
 تیزی میں نظر آو فیض میں سیل
 احبابِ لطافت سے تھے خرسند
 اک روز جو سیر پر گیا دھیان
 کی حکم نے فوج تک رسائی
 تھا بن میں جو زاہدوں کا مسکن
 تفریح کو صید تھا جو درکار
 کھینچا وہیں شاہ نے کہاں کو
 ہر چند دواں تھا تو سن شاہ
 اس طرح وہ مست بادہ شوق
 کل فوج ہوئی نظر سے پنہاں
 دیکھا تو کھڑے تھے چند زہاد
 ”تو ہیں کرم نہیں ہے زیبا“

یوں خامہ رواں ہے صورتِ بھر
 تھا عصرِ سلف میں شہرِ مشہور
 اعزاز میں خسرو جہاں تھا
 جرات میں اسد تو جنگ میں خیل
 اعدا انصاف سے تھے خرسند
 راجہ کو شکار کا بت یاد دھیان
 جنگل میں گھٹاسی پھر چڑھ آئی
 مشہور تھا اس سے وہ پیہو بن
 آہو سے ملا وہ شیرِ جرّار
 بھاگا وہ ہرن بچا کے جہاں کو
 جزا یا بس مگر نہ کچھ ملی راہ
 مصروف شکار تھا ابدِ ذوق
 ناگاہ مٹی صدا سے اٹھیاں
 بولے وہ کہ ”ہیں اب کیا ہو رہا ہے“
 بندوں پر ستم نہیں ہے زیبا“

وہ رکھ کے کہاں ہوا قدیموس
 نیکی سے تری، ترا بھلا ہو
 ہے مسکن کٹو-یاں سے نزدیک
 ہاں، جا ئے آپ بھی ہمارا ج!
 گلشن کی طرف چین کو پھیرا
 ہو نچا وہیں باغ متصل میں
 جنگل میں رچا ہوا تھا منگل
 دل کھینچ رہا تھا محن کا ساز
 یہ کس گل حسن کی ہوا ہے
 طائر کی طرح چھپا شجر میں
 یعنی اک چاند دو ستارے
 خود فکر ہی گرچہ باز باں ہو
 یا حسن کی شاخ کا ٹھٹھا
 تھے چرخ پہ جلوہ گر ستارے
 دکھلا رہی عکس حسن تقدیر

یہ سنکے کیے پہ کر کے افسوس
 دی سب نے دعا کہ یوں سدا ہو
 پھر بے شہ زماں سے "نزدیک
 "ہونے کو جگمگاتے اک وہاں آج
 یہ کہہ کے شہ زمیں کو پھیرا
 تھا بسکہ جو شوق سیر دل میں
 وہ باغ تھا یا مراد کا پھل
 ہو نچا تو سنی رسیلی آواز
 سوچا وہ کہ دیکھئے تو کیا ہے
 سوائے نظارہ تھا جو سر میں
 چہرے نظر آئے پیارے پیارے
 اُس ماہ کا وصف کیا بیاں ہو
 خوبی کا مجسمہ وہ سہ تھا
 پھولوں سے بسے تھے بال سارے
 تھی آئینہ جبین کی تنویر

<p> کوئین کے رنگ مختلف کا قوسین کہوں میں ابروؤں کو سعدین کا باہمی قراں تھا تھا طرفہ جمال کا تماشا مہرِ سنج تھا مہ میں آتش کا یہ خاصہ تھا چہرہ ذوق کا شیشہ جب طرح سے مہور نصرت یہ کب آئی حور کے ہاتھ تو پائے نگہ پھیل پھیل جا رہا لوحِ سیمیں یہ نقشِ شمع خاتم میں جڑا ہو جیسے الماس ز انویں تھی صورتِ آئینہ کی اک حشر بپا تھا جس سے ہر گام وہ آتشِ حسن کا دھواں تھا قامت میں بھری ہوئی تھی شوخی </p>	<p> تھا آنکھوں و پتلیوں سے جلو پلیں تھیں کہ نصف چاند تھے دو رخساروں میں کچھ عجب سماں تھا بینی میں ہلال کا تماشا یوں رخ میں دہن کا تھا نظار ہو دید سے سوزِ عشق پیدا تھا خم سے گلوے صاف مہور تھے ہاتھ کہ سارے نور کے ہاتھ وہ سیدہ ذرا جو اسپہ چل جائے تھی خط سے یہی شکم کی تصویر یوں ناف کو کوئی تھی راس رکھتی نہ تھی حاجتِ آئینہ کی تھے محوِ حرام پائے گلِ فام جو موے دراز کا سماں تھا صورت میں بھری ہوئی تھی شوخی </p>
---	--

اس طرح شکنتلا بصد ناز
 دو ساتھ ہیلیان تھیں گلفام
 احساس نرا کتا بدن تھا
 اتھا گلبدنی کا پاس یکسر
 گو وضع میں سادگی کا تھا دھنگ
 عالم تھا شباب و ول لگی کا
 بھر بھر کے گھڑے وہ کھینچتی تھیں
 رگ رگ کے وہ کھینچنا غضب تھا
 نقالوں میں گل انہیں آب جاری
 ظاہر تھی مثال سادہ رونی
 چلنے میں وہ اک ادا سے رکتا
 وہ عارضِ سرخ پُر عرق سے
 مٹاڑ کے وہ آنچلوں کا پھنسنا
 اک اک کا مذاق کی وہ لیسنا
 وہ حسن کی با سے بے نقابی

واں جلوہ فروز تھی خوش انداز
 انسو کیا اور پریمید انا م
 سادہ سالباس زیب تن تھا
 جسموں پہ گلوں ہی کا تھا زیور
 پھوٹا پڑتا تھا حسن خوش رنگ
 تھا دور عجب مہنسی خوشی کا
 ہر شاخ و شجر کو سینچتی تھیں
 جھک جھک کے وہ سینچنا غضب تھا
 تھی حوضِ گلاب ہر کیاری
 نظارہ کمال سادہ رونی
 ہر گل پہ وہ شاخ گل سا جھکنا
 بارش کا نظارہ تھا شفق سے
 منہ پھیر کے شرم سے وہ ہنسنا
 اک اک کا غضب وہ چھینٹے دینا
 وہ مستی و لطف بے حجابی

قرباں ہوتا تھا دل صدا پر
وہ محوِ نفا زہ پر پرو
دیکھی جو وہ شانِ حسنِ دل سوز
مفتونِ شکنتلا ہوا وہ
آنکھوں سے نظر نے دل اڑایا
تھی کل میں جو بے کلی ہویدا

نکلی جاتی تھی جاں ادا پر
یعنی دشنیت شاہِ خوشخو
دل میں ہوا عشقِ آتش افروز
دلدادہ دلربا ہوا وہ
پہلو سے صنم میں جا چھپا یا
تشویشِ غزل میں تھی ہویدا

غزل

کس مہ سے ہوئیں دوچار آنکھیں
کس کی افشاں پہ تارے ٹوٹے
کس شمع سے کو لگی کہ گویا
کس مستِ شباب کی کشش ہے
انساں کو بنا کے چھوڑیں جوتھی
گردش میں جہاں کو لا رہی ہیں
دیکھوں وہ جمالِ عالم افروز

ہیں مثلِ کتاں فگار آنکھیں
ہونے لگیں اشکبار آنکھیں
پتلی سے ہیں داغدار آنکھیں
جھکتی ہیں جو بار بار آنکھیں
اُس بت کی غزالِ وار آنکھیں
گردش سے وہ سحر کار آنکھیں
اے کاش ہوں بیشمار آنکھیں

کیا اس سے توقع وفا ہے | آخر ہیں امیدوار آنکھیں

ہو عشق میں سحر آشکاری
خواہش ہے کہ ہوں ہزار آنکھیں

گلگشت میں تھی ادھر وہ گلگشت
دونوں میں تناسبِ بدن تمام
دونوں تھے مہرِ سپہرِ خوبی
دونوں میں شبابِ حسنِ کارنگ
تنویرِ جمالِ حسنِ دونوں
مہتاب سے نورِ مہر تھا کم
بیتابی سے تھا یہاں یہ بے گل
ہر کلمہ ادھر تھا بس جنوںِ خیر
یاں سایہ مہ سے مہر تھا ماند
نالال تھا یہاں یہ مثلِ بلبیل
تھا وصل سے عشقِ گرمِ تاثیر

بیتاب تھا یوں ادھر یہ ناکام
دونوں میں غضبِ کابکپن تھا
دونوں تھے فروغِ مہرِ خوبی
دونوں میں اداسے یار کا دھنگ
تصویرِ مثالِ حسنِ دونوں
تھا عشق سے اب مگر یہ عالم
شوخی سے وہاں نہ تھی اسے کل
جو بات ادھر وہ فرحت انگیز
واں پر تو خور سے پُر ضیا چاند
خنداں تھی وہاں وہ صورتِ گل
تقدیر بھی کر رہی تھی تدبیر

اڑ کر ناگاہ ایک بھونرا
 بھاگی وہ، ادھر سے ہٹ گئی پھر
 ہاتھوں کو پٹک پٹک اڑایا
 آخر چلائی ڈر کے مجبور
 ”پھر ہاے وہ دیکھو آ رہا ہے
 واں پاس وفا تھا، کسنی تھی
 بولیں وہ کہ ”جاںجاں ہے دشمنیت
 ”محلیف اٹھانے والے ہم کون؟
 تھی پھیر جو ان کی آب و گل میں
 ”جو کچھ ہو، چلو اسی بہانے
 پہونچا دیں جو تھی جائے امید
 پر چھا اے موشاں خوشرو!
 ”قاطع ہوا کون آشتی کا؟
 دیکھا جو اسے تو سب لجائیں
 ششدر تھی ہر ایک جت کی صورت

چہرہ پہ شکستہ کے پہونچا
 جھمکی، جھٹکی، سمٹ گئی پھر
 آنچل کو جھٹک جھٹک اڑایا
 ”سکھو! دوڑو! اسے کرو دو!“
 ناحق یہ مجھے ستا رہا ہے
 ہر لحظہ لگاؤ تھا، ہنسی تھی
 فریادیں زماں ہے دشمنیت
 ہیں تجھ کو بچانے والے ہم کون؟
 توشہ لے کیا خیال دل میں
 موقع دیا طالع رسائے
 اک برج میں آئے ماہِ خوشید
 کیوں شور ہے، کون ہے جفا جو؟
 دعویٰ ہوا کس کو سرکشی کا؟
 حیرت نے یہ حالتیں بنائیں
 پتھر تھی ہر ایک جت کی صورت

پھر آنکھ کا کچھ ہوا بلانا
 آئینہ آئینو یا بانداز
 اس گل کی وہ دلبری سنائی
 پھر شہ کو بٹھا کے با مدارات
 ”کیا نام؟“ کہا۔ کہا کہ ”گننام“
 پوچھا کہ ”حصولِ دستگیری؟“
 یاں بہر شکستہ وہ صورت
 کچھ دُور پہ سر جھکا کے بیٹھی
 وہ موحِ جمالِ دلربا تھی
 تھا عشق سے شرم کا بھی حال
 سوچی کہ ”جُلا ہے اس کے بس میں“
 ”ذی قدر بشر حجاب میں ہے“
 سمجھی نہ وہ سادہ دل یہ زندہ
 مضطر تھا جو یاں گماں سے عشق
 تھا دل میں بسا خیالِ محبوب

آپس کی ہنسی پہ سکرانا
 بولی ”نہیں کوئی فتنہ پرداز“
 زنبور کی خود سری سنائی
 رگ رگ کے حیات پہ چھجھ حالات
 ”کیا کام؟“ کہا کہا کہ ”نا کام“
 بولا کہ ”حفاظتِ فقیری“
 تھی عقدہ کشاے رازِ الفت
 سب سے الگ آپ جا کے بیٹھی
 یوں عشق کی دل میں ابتدا تھی
 کن آنکھوں سے دیکھے وہ خطا خال
 شعلہ ہے نہاں ضرور دُش میں
 پوشیدہ گہر حباب میں ہے
 ہیں عشق ہی کے یہ سارے آثار
 داں وہ ہوئی لاکھ جال سے عشق
 پوچھا راجہ نے حالِ محبوب

انسو کیا پھر بہ محرش بیانی
 وہ بسوا متر کی عبادت
 وہ عرش سے نیکا کا آنا
 غنچے میں وہ دخل موج صرم
 عابد کا وہ خوف اپنے شر کا
 ماور کا وہ کچھ عجب تغافل
 پھر دخت کو کتو کا وہ لانا
 یوں ختم کیا ترانہ عشق
 باتیں تھیں یہ آشنائیوں کی
 اٹھا اتنے میں شور ناگاہ
 واقف تھے نہ راز عشق سے وہ
 آتے ہی بنی وہ فوج غماز
 دیکھا جو یہ شہ نے کارخانہ
 دل چھین کے لیکیا جو طرار
 ہر چند سیلیوں کا تھا پاس

کہتے لگی عشق کی کہانی
 وہ رشک کی ہر ملک کی عادت
 وہ نفس سے خوں زد جاننا
 وہ نکست گل - وجہ و دختر
 شعلہ کا وہ چھوڑنا شر کا
 وہ باپ کا غم سے سب تغافل
 وہ نام شکستہ رکھنا
 سارا وہ کہا فسانہ عشق
 گھاتیں تھیں یہ دلربائیوں کی
 دیکھا تو تھا سر پہ لشکر شاہ
 غافل تھے نیاز عشق سے وہ
 افشا ہوا نام شاہ کا راز
 مانگی رخصت ہووا روانہ
 بس دل میں شکستہ ہوئی زار
 شیشہ میں مگر چھپا نہ الماس

وہ بات عیاں تھی چشمِ تر سے
 سکھیاں بھی مکاں کو بھر چلیں پھر
 تھا سر میں سرِ نظرِ رہِ شاہ
 بولیں وہ ”یہ کیا؟“ کہا ”چھٹھا خاڑ
 کا ثنا دل کا نکالنا تھا
 اور تھے دل و دیدہ شاہ کے ساتھ
 یاں زورِ قِ صبر ہو گئی غرق
 آئی یہ عنزل وینِ زباں پر

کہتی تھی نہ آپ جسکو ڈر سے
 راجہ جو چلا وہاں سے آخر
 تھی گرچہ شکستہ بھی ہمراہ
 تو رہ میں یہ رہ پڑی جو یکبار
 منظورِ بضرِ ٹالنا تھا
 یوں ہی کفِ پائے تھا لگا ہاتھ
 بادل میں پھپھا وہ شعلہ برق
 تھا سیلِ اکھ جو بسکے جاں پر

عزل

قابو میں جو اب نہیں رہی آنکھ
 وا ہو کے بنی ہے آرسی آنکھ
 ہے عشق میں محو بندگی آنکھ
 اُس بُت نے ہر اب جو پھیر لی آنکھ
 بیوجہ نہیں ہو بھری آنکھ
 کیوں اب نہ رہی وہ پہلی ہی آنکھ

کس دشمن جاں سے لڑ گئی آنکھ
 حیران جو کسی کے حُسن سے ہے
 پڑتی ہیں زمیں پر نگاہیں
 آنکھوں میں سیاہ ہے زمانہ
 فرقت میں ہو میں رو رہا ہوں
 مانا یہ کہ دل نہیں ہے، لیکن

دشوار ہوا نظر کا پھسنا	اس طرح اس آنکھ سے لڑی آنکھ
ہے خندہ گل بھی طعنہ زن آج	ہر گل کی جو کرتی تھی ہنسی آنکھ

کیا درپے جو رستہ ہے چرخ
کیوں پھر گئی مجھ سے ہر کی آنکھ

تیسرا باب

شادی

رباعی

ہے بس کشمکش ہر سے گیتی کا وجود	ملنے ہیں کشمکش سے سارے بود و نابود
مخلوق میں ہو کشمکش نہ کس طرح عیاں	جب جو ہر خاک میں کشمکش ہو موجود



آیا ہے جو فکر وصل اسے راس	یوں خام ہے محور و قرطاس
جب ہمدرد عاشقان پر سوز	مشرق سے ہو ازمانہ افروز
وہ صید کند زلفِ دلدار	یعنی دُشمنیت نو گر فشار

بہرِ تسہیل حلِ مطلب
 ”اسوقت کسی سے کام کیا ہے؟“
 آخر پاتے ہی حکیم شاہی
 اور سوچ رہا تھا شاہ یکسر
 اتنے ہی میں دو فقیر آئے
 بولے کہ ”ہے کتو نے بلایا
 ”مطلوب ہے یگیہ کی حفاظت
 یہ سُن کے بغور اُن کے ہمراہ
 اس طرح دیارِ جاں میں پہونچا
 جب یگیہ سے بل چکی فراغت
 کوشاں طلبِ نگار میں تھا
 از بسکہ وہ تھا وفا کے بس میں
 مرزا گن نے کیا تھا آنکھوں میں گھر
 پا یا جو غرض نشانِ منزل
 واں ایک مقام پُر فضا تھا

سوچا کہ درہو اکیلے ہی اب
 بس عشق میں وصل مدعا ہے
 لشکر ہوا سوے شہر راہی
 تدبیر وصالِ یارِ دلبر
 پیغامِ نشاطِ خیز لائے
 دیو دس نے وہاں ستم بے ڈھال
 پس لازمی آپ کی ہے شرکت
 شادال، فرحان، روال ہوا شاہ
 بلبل سا وہ گلستاں میں پہونچا
 دشنیت ہوا وہاں سے نصرت
 مصروفِ تلاشِ یار میں تھا
 پروانہ تھا شمع کی ہوس میں
 دیوانہ کو تھی تلاشِ نشتر
 آنکھیں ہوئیں کاروانِ منزل
 دیکھا تو دیرِ اسی روا تھا

یعنی اک جا، میان اشجار
 اور منظر و لفریب اُس جا
 مضطر تھی شکستہ جگر سوز
 یوں رُخ سے رواں بجلی آب
 یہ حال ہوا سے زلف کا تھا
 اُس دیدہ نیم باز کی دید
 اور بہر سکون قلب مضطر
 آنکھیں تھیں کب آنسوؤں کے دربار
 دل ہی میں نہ تھا دردِ حسرت
 تھے غم میں ستارے اس کے
 دُور سے تھے آفتاب پر غش
 باناز و ادا حجاب کے گرد
 تھی گرمی عشق دہنے بایں
 تھا ابر میں جلوہ روشنی کا
 کہتی تھیں ”یہ اضطراب کیوں ہو؟“

نظارہ تھی نشستگاہِ دلدار
 تھا پاس ہی مالتی ندی کا
 سایہ میں پر سی تھی جلوہ افروز
 حبِ طرح سحر سے نذرِ مہتاب
 اک دُور تھا آتشِ جگر کا
 کچھ یاس دکھاتی تھی، کچھ اُمید
 تھے سینہ پہ چھاتیوں سے پتھر
 اک سجدِ عشق تھا نمودار
 کل جسم تھا اک نمودِ حسرت
 دونوں سکھیاں تھیں پاس کے
 یا دونوں مجھ سے محو آتش
 یا شرم و حیا شباب کے گرد
 آنچل سے وہ دیتی تھیں ہوائیں
 یا سایہ میں مکیٹ چاندنی کا
 اس طرح یہ سچ و تاب کیوں ہے؟“

”ہے کس عبت فتنہ خیر سے کام؟
 ”و کس گل کی کچھ تلاش ہو ہے؟
 ”ہے عشق میں تو غم جدا
 ”رنگ آہ، اڑا ہے رنگ مثال
 ”موا، رخ پہ بندھا آگے ہیں
 ”ہاں سوچ! انہم تو بڑی ہے
 ”ذیچاہ کو کیا حقیر سے کام؟
 ”اک ملکہ حسن ہو کے تو بھی
 ”گو یوں ہے بہت بجا از عشق
 ”ہے اپنی نجات اگر گوارا
 ”یہ سن کے کہا شکستلانے
 ”جادو یہ نہیں کہ در سے ٹھجائے
 ”کچھ سہل نہیں ہے بے نیازی
 ”تجلی ہو جو یوں کر ڈھی تو جانو
 ”سمجھاؤ اُسے جو ہو خرد مند

”جھولا ہے تجھے جو خواب و آرام؟
 ”کس کھوئے ہوئے کی جستجو ہے؟
 ”انجام ہے اس کا بیوفائی
 ”مرجھا گئے وہ جو گل سے تھے گال
 ”آئینہ میں بال آگئے ہیں
 ”دشمنت کو تیری کیا پڑی ہے؟
 ”ہاں، شاہ کو کیا فقیر سے کام؟
 ”البتہ ہے شاہ کی مساوی!
 ”پر کب ہے فراغت آشنا، عشق؟
 ”کر عشق کے بحر سے کنارہ؟
 ”در و غم دل کی آشنائی
 ”سایہ یہ نہیں کہ سر سے مل جائے
 ”کچھ کفیل نہیں ہے عشق بازی
 ”ہو تمہارے اگر پڑی تو جانو
 ”دیوانہ کو کیا ہے حاجت بند؟

"محبور ہوں دل سے ہائے افسوس
 وہ کچھ لطف ہے انتظار میں بھی
 "حالت بنے بہتر اب کہ ابتر
 "موت آئے کہ وصل ہو، بچانے
 "ہمدرد ہو غمگسار ہو کر
 یہ کہتے ہی ہو گئی وہ خاموش
 سکھیں نے بھی پھر وہ بات ٹالی
 سوچیں کہ کچھ یو نہی نقل غم ہو
 تھا دل میں جو نذر دل کا احساس
 لکھا یہ شکستہ لائے اُس دم
 "اے عالمِ رمز جاں پناہی !
 "اے گوشِ دہِ فناںِ بیکس !
 "اے رنگِ نماے حسنِ الطاف !
 "یوں ظلم ہے مجھ غریب پر کیوں ؟
 "و کھلا کے ادا ہے آشنائی

میں آپ ہوں مبتلائے افسوس
 کچھ کیفیت ہے ہجرِ یار میں بھی
 اٹھ جائیگی خود جو ہے پڑی سر
 تقدیر کے کیا ہیں کارخانے ؟
 قربت رکھو پاسدار ہو کر
 معشوق تھا یاد، سب فراموش
 مشکین کی راہ یوں نکالی
 اک نامہ میں حالِ غم رقم ہو
 پتا تھا کنول کا جاے قرطاس
 "اے سمر و پُشروانِ عالم !
 اے عاملِ طرزِ بادشاہی !
 اے حوصلہ بخشِ جانِ بیکس !
 اے نورِ فزاے شانِ انصاف !
 سختی ہے ستمِ نصیب پر کیوں ؟
 کرتا ہے اب آہ، کج ادائی !

<p> یامین ہوں اسبابِ ادبِ حالتِ یاس کیوں نہ تھکا مری خبر نہیں ہے گر اپنے ہی نامِ نیک کا پاس ہے بیدادِ نثار ہے دادِ گستر ہے وہ عدلِ ترا ہو یا کرم ہو کر دے گا تمام جان کا کام پھر ہو گئی غورِ رنج و افسوس یعنی دشمنیتِ سوختہ بخت تو پاتپِ رنج و غم سے بھن کر جس طرح بہا رُخِ چمن سے بتیابِ چلا وہ آرزو مند خوشیو کی طرح صبا تک آیا اُن سب نے اُدھر کو آنکھ اٹھائی تا تیر تھی آہِ متصل کی راجہ دشمنیتِ خود وہاں تھا </p>	<p> "یا تجھے ہوئی تھی کس قدر آس "کیوں نہ تھی نظر نہیں ہے "ہانا، نہیں میرے علم کا احساس "دیکھوں کہ دکھائے کیا مقد "کوئی بھی تو داغِ اَلَم ہو "سورہ مری بیدلی کا انجام "یہ کھلے ہوئی جو سختِ بابوس "وہ نفقہ نازِ عشق یک بخت "تکلیفِ صنم کا حال مُنکر "اس طرح گیا قرارِ کن سے "دروازہ صبر جب ہوا بند "چپ چپ کے شکستہ تک آیا "کانوں میں صداے پا جو آئی "دیکھا تو کشش تھی جذبِ دل کی "نامہ کا جواب یوں عیاں تھا </p>
--	---

سکھیاں ہیں رنج و غم گئیں بھول
 چمکا پھر ایک نور تن سے
 ہمراہ تھیں دونوں بسکہ وانا
 تو چھوڑ کے اُس کو ہٹ گئیں وہ
 تنہا دشنیت نے جو پایا
 گستاخی شاہ پر جھڑک کے
 مشوقہ کو دیکھ کر غضبناک
 اُس جت یہ وہیں تیار ہو کر
 تاج مجھے تو نے سرزنش کی
 کب ورنہ زمین فلک کے قابل؟
 سائل پہ بجائے زر فثانی
 عاشق کی امید کا ہو یوں پاس
 اُس نے یہ کہا کہ "اے ہمارا ج!
 "بھڑکار سے آپ کی ہنسی کیا؟
 قابل میں ستانے کے کہاں ہیں؟

گل بن کے شکنتلا گئی پھول
 چھوٹا مہتاب پھر کہن سے
 جو پاس حجاب تھا وہ جاننا
 قسمت کی طرح پلٹ گئیں وہ
 دلدار کو سینہ سے لگایا
 اٹھی وہیں شعلہ رو جھڑک کے
 دامن سے گرا وہ صورتِ خاک
 کہنے لگا شرمسار ہو کر
 یہ تیرے ہی حسن کی کشش تھی
 انسان کہاں ملک کے قابل
 مائل پہ روا ہے مہربانی
 ٹوٹے نہ امید دار کی آس
 محتاج میں، آپ صاحبِ تاج،
 راجہ کی گداسے دل لگی کیا؟
 میں آپ ہی تنگ و نیمال ہوں

"کب مجھ کو کسی کا آسرا ہے؟
 "برگشتہ ہوئی ہے مائے تقدیر
 آنکھوں میں مرے جہان ہوتا ایک
 "تو شاہ کرم، میں طالب الرحم
 یہ کہکے بھر آیا جی تو ناچار
 تھا جوش شباب اور حیا تھی
 رونے لگی دل پہ رنج سہ کے
 روکار آجہ نے جوش غم کو
 پہلو جو کشش کا اُس نے پایا
 بولا کہ سن، اے نگار مہوش!
 "یاں نقش ہے باہر از تنویر
 بے تیرے ہے ملک عیش تاراج
 "بھولا ہوں خزانہ، گو کہ ہوں شاہ
 چھپا ہوا چشم شہی وطن میں
 "گیسو کا ترے خیال کیا ہے

غم ہی فقط ایک باد فابے!
 دل مجھ سے پھرا ہے دے تقدیر
 شب کی طرح دن بھی یاں ہوتا ایک
 تو بحر عطا، میں واجب الرحم
 ڈوبی یم خامشی میں یکبار
 اک کشمکش یونہی رونما تھی
 جوں اشک گری قدم پہ شہ کے
 تسکین دی قلب پر آلم کو
 دل کی طرح سینہ سے لگایا
 "گلچشمہ و گلزار مہوش!
 آئینہ دل پہ تیری تصویر
 اور رنگ خیال و خواب ہے تاج
 ہے تیرے ہی گنج حسن کی چاہ
 "آوارہ فقیر سا ہوں بن میں
 ہر دم مرے سر پہ اک بلا ہے

”آنکھوں کی چمک ہے جی جلاتی
 ”عشقِ ابرو سے پڑ ستم سے
 ”یونہی جو رہا عینِ نہانی
 ”یاں ہجر میں تیرے، رشکِ خورشید
 ”اُرداں کو ترا وصال بس ہے
 ”ہجران سے مجھے نجات ہو جائے
 ”یہ سن کے کہا کہ ”آہ افسوس
 ”کچھ ہے تو یہ چارہ اَلَم ہے
 ”بجھکے ہی فقط نہیں مری چاہ
 ”جس وقت سے دیکھی تیری صورت
 ”بھولی ہوں گلوں کا حسنِ خوش رنگ
 ”یوں لیل و نہار ہیں نظریں
 ”پہلو ہیں مرے جنوں میں ڈر کے
 ”جس چیز سے تھی کماںِ رغبت
 ”دُل خوش تھا سو اب ہزارِ تھوہین

”بجلی سی نظر سے ہے گراتی
 ”ہوں تو سنا سرنگوں الم ہے
 ”تو مرگ ہے مجھ کو زندگانی
 ”ہر لحظہ تیاں ہے قلبِ نو سید
 ”حسرتِ نر ہے، یہی ہو س ہے
 ”للقدر اب انکساف ہو جائے
 ”اپنا بھی ہے دل تباہ، افسوس
 ”اک اور تر اشتراکِ غم ہے
 ”دلدادہ تری ہوں میں بھی، اے شاہ
 ”مجھ پر بھی کھلا ہے رازِ الفت
 ”غنچوں سے بھی ہو نہیں سختِ لذت
 ”نے شام میں لطف، نے سحر میں
 ”ہے سایہ سے خون ہر شجر کے
 ”اب اُس سے ہوئی ہے سختِ نفرت
 ”ہے آہ، خزاں۔ بہارِ تجھ بن

<p> ہے رُخ سے پریدہ رنگِ صحت مرنے ہی پہ ہوگا وصلِ جاناں کر کلفتِ ہجر یکدم دور روئی، ہاتھوں سے منہ چھپایا سینہ سے لگا کے دلہی کی دُونا دلِ شاہ میں ہو عاشق گندھڑپ طریق سے کیا بیاہ واں عذرِ نزاکتِ بدن تھا اُسکا وہ حجاب تھا کہ تو بہ گھٹتی تھیں حیا سے حسرتیں ایں دونوں کو ہوا قرارِ شکل خوش ہو کے ملے وہ دونوں غمناک شادی سے بنی خوشی کی صورت آمد ہوئی سرد میں شری </p>	<p> ”عیسیٰ مرے! اب ہے غیرِ حالت چُند جور ہایہ و ورِ ہجر ایں ”گر اب مری زندگی ہو منظور یہ کچکے عجب حجاب آیا راجہ نے دوائے بیدلی کی مستوق کا پاکے با وفا عشق شادی کی تھی غم رسید و نکو چاہ یان شوق وصالِ جوش زن تھا اُسکا وہ شباب تھا کہ تو بہ یان مکمل کلام سے کچھ ارمان یوں گزری جو حد سے جوشِ دل تھا پردہ شرمِ عشق سے چاک تھی سیل میں دل لگی کی صورت اُس گل سے ہوئی اُمید بر کی </p>
---	--

لے اس طریقہ پر اہل ہندو میں باقتضائے ضرورت بیاہ کی رسم آنا فانا ادا ہو جاتی ہے۔ سحر

<p>گذری جو بہ عیش و کامرانی خاتمِ غرض اپنی رہ پنھا کے رضیت پھر چاہی دربار سے دل رنجِ فراق سے بھر آیا اگر یہ کی جو تھی اُدھر بھی شدت</p>	<p>سوچا وہ کہ دو کوئی نشانی حلقہ میں خود آگیا وفا کے تسکین بخشی، دیے دلا سے بوسے لیے اور گلے لگایا آنسو پونچھے، کہا کہ رخصت اے</p>
---	--

اُمید بندھا کے خستہ تن کی
رضیت نے راہ لی وطن کی

چوتھا باب

انجام بخودی

رباعی

<p>صبر و آبرام دہوش اپنا سب کچھ اک یاد رہا تو عشق، بھولا سب کچھ</p>	<p>جب آنکھ لگی تو دل سے تم تھا سب کچھ غفلت کا بُرا ہوا ہوا اچھا، انجام</p>
---	--

کرتا ہے جو ذکرِ غم کا ساماں
 وہ گشتہ تیغِ عشقِ دلدار
 سختیِ غمِ مفراقِ بہتی
 سکھیوں کو بھی روکے گہرِ دلائی
 بڑھتا ہے کبھی شکِ نہانی
 دل سوز سے ہو رہا تھا انوس
 تلخی سے تھی بھوکِ پیاسِ برباد
 تو فیہ خیال سے پریشان
 دل میں ہو سس کنا پر عشق
 اک روز کہیں وہ روز تھا کس
 وحشت میں چلی وہ جانبِ نیست
 چلنا کس کا تھا کیا تھلسنا
 دریا کو بھرا ہوا جو پایا
 چشمِ گریاں حباب دیکھے
 اندوہِ نہاں تھا حسرتِ افزا

یوں خامہ صریح سے بنے نالاں
 یعنی وہ شکستہ دل افکار
 محبوبس تشدداتِ رہتی
 گہرِ بیاہ کا ماحیرِ افسانہ
 خاتم تھی دوا سے بدگمانی
 جلتی تھی برنگِ شمعِ فانوس
 شیرینی لب کسی کی تھی یاد
 تھی صورتِ حال سے پریشان
 اور آنکھ میں انتظارِ عشق
 شہما سے فراق سے سوا کس
 مانند صبا براے گلگشت
 منظور تھا دل کا کچھ بہانہ
 توجوشِ الم سے دل بھرا یا
 امواج کے اضطراب دیکھے
 بے یار سماں تھا حسرتِ افزا

دیکھا جو گلوں کو چاک دامان سنبل نے اڑائے زلف سے بال رفتار نسیم دلربا تھی دل میں جو ہوا فردن زحدر بچ	شبنم صفت اُنہی تھی وہ گریاں لالہ نے دکھائے یار کے خال دانا ئی و عقل سب ہوا تھی پرٹھنے لگی یہ غزل بصد رنج
--	---

غزل

چاہا کہ جئیں وفا سے تیری جائے گی خیال زلف میں جان اے رشکِ شبنم، یاد رفتار! آہو سیکھیں گے سحرِ تسخیر	موت آئی مگر جفا سے تیری مر جاؤں گا میں، بلا سے تیری پوچھیں گے خبر صبا سے تیری اُس نرگسِ سرسبز سے تیری
آوارہ جستجو ہیں کیا کیا تھی وصل میں بھی جو نامرادی غنجہ میں ہے سازِ لکن گویا ہم مر گئے دے بختِ معکوس	آتی ہے جو بُو، ہو اسے تیری شکوہ ہے ہمیں ادا سے تیری اے غنچہ دہن، صدا سے تیری یا دلِ جانِ نازا سے تیری

ہر جا ہے تو سحر کی نظر میں
پر دہنو احیا سے تیری

”کہتی تھی کہ ”اے بہا قدرت!“
 ”ہے جبکہ کشش تری اداس
 ”نرگس کی پھری تھی چشم بدخو
 ”سوسن! تو ہی خوش بیان ہوتی
 ”سیدھا نہ تھا ہاے تو بھی شمشاد!
 ”سبزہ پہ بھی نیند کار بار بار
 ”تو ہی مری آہ کچھ ہوا بندہ
 ”جہاں لے نہ چکا خردشش تیرا
 ”ہے گریہ یاس اشک تریں
 ”نہیں سحر صنم میں ”دونوں یکساں
 ”گم تک کوئی بار غم اٹھائے؟
 ”ہو خار نصیب اس خلش کو!
 ”سٹ جاوے یہ کادش نہانی
 ”کہتی تھی کہ ”اے خیال دلدار!
 ”نصویر کا عکس سے ہو کیا کام؟

اے ہوشربا نگار قدرت!“
 کھینچا اُسے کیوں نہ پھر فضا میں؟
 روکا نہ اُسے چلا نہ جادو،
 گو یا منہ میں زبان ہوتی،
 کچھ آئی نہ روک تھام کی یاد،
 پکڑے نہ پیٹ کے پائے دلدار،
 پیچوں میں ذرا اثر کولا باندھ،
 اے نالہ ابعث ہے جوش تیرا
 ہے آگ لگی دل و جگر میں،
 اب شامِ فراق و روزِ ہجرال
 کب تک کوہِ ستم اٹھائے؟
 یا رب لگے آگ اس پیش کو،
 ہو مرگ نصیب زندگانی!
 پر تو فلکِ جمالِ دلدار!
 کیا نقل سے اصل کا جلا کام؟

"ہے خیر اسی میں تو بھی جا جا!
 کچھ لائے نہ رنگ ساقہ تیرا
 پتھتا یگا، ہو گا تو پشیمان
 "اے دل! تجھے ہائے کیا ہوا ہے؟
 "دُبر کو جو ہوا اثر تو جانوں
 "یوں ہی جو تڑپ تری رہے گی
 "نیکن یہ خیالِ خام کیسا؟
 "دُور کا مجھے حق میں پاس کیوں؟
 "اچھا ہے جو حال یوں ردی ہے
 "دیکھے گا کبھی تو شاہ آکے
 "اے عشق! یہ نفرتِ وفا کیوں؟
 "بُدی ہے بسانِ ابر حالت
 "مستہور ہے بسکہ تو اثر میں
 "گننام بننا نہ نام اپنا!
 "دوا حسان ترا کب رہیگا سر پہ

جلد اب مجھے چھوڑ کر چلا جا!
 ہو سرخ نہ خوں سے ہاتھ تیرا
 کر دوں گی میں تجھ پہ جان قربان
 کیا عشق میں بسکہ مبتلا ہے؟
 آئے وہ ابھی ادھر تو جانوں
 دُنیا مجھے ہائے کیا کہے گی؟
 اندیشہ اتنا کام کیسا؟
 جب عیب نہیں، ہر اس کیوں ہوا
 ہونے دے بُرائی جو بدی ہے!
 آثارِ جفا کے اور وفا کے
 مظلوم پہ جبر کیوں جھانکیوں؟
 رونے سے بنی ہے ہائے کیا گت
 ہے سحر کشش تری نظر میں
 کر راہِ عمل میں کام اپنا!
 نکلی جو تڑپ کے جانِ مضطر

<p>گدرا درویش اک قضا را مشہور بخصالت گرامی تغظیم کو اٹھسکی نہ مجبور عابد نے وہیں یہ بد دعا کی بھولے سے نہ وہ کرے تری یاد تھی بخبری دل و حشر میں درویش کی یعنی بد دعا وہ پیش قدموں سے صورت خاک مہجور کا حال عنم سنایا آخر ہوئیں عفو کی طلبگار ممکن نہیں بات جھوٹ ہو جائے وہ بتلاتا ہوں خیر ایک تدبیر یاد آئیگی نام کی نگیں سے یہ دونوں گئیں شکستہ پاس</p>	<p>اس طرح تھی محو وہ دل آرا دور با اس کا نام نامی اُس دم تھی وہ سرو قد جو محذور تو ہو کے مطیع خشنا کی ”بھولی ہے توجہ کے غم میں ناشادہ واں اور ہی تھا خیال سر میں سکھیوں نے مگر سنی صدا وہ دیکھا جو فقیر کو غضبناک راجہ کا اُسے ستم سنایا کر کے مجبوریوں کا اظہار آیا ترس اُس کو تو کہا ”ہاے پھر سوچ کے بول اٹھا وہ دلگیر مہر اپنی جو دیکھے شہ کہیں سے یہ کیسے رہا نہ وہ ذرا پاس</p>
<p>یہ راز کیا نہ آشکارا</p>	<p>تسکین جو اُس کی تھی گوارا</p>

پانچواں باب

شکوہ فراموشی

رباعی

کیا اب ہوئی جنسِ فائے مشوق	ہے وجہ سببِ طالعی صفائے مشوق
مشہور زمانہ ہے جہاں مشوق	ہے شکوہ روزگار اے سحرِ عبث

چچہ

یوں کلک کی اب ہے شکبازی	لکھنا ہے جو حالِ آہ و زاری
تو بدلی شکنتلا کی حالت	چندے جو رہا یہ دورِ فرقت
چہرہ سے اڑا وہ رنگِ انور	آہوں سے رہا جو کامِ یکسر
زائل ہوئی آسیہِ جسم ساری	لائی یہی رنگِ اشکبازی
اندیشہ سے جی ہی جی میں مٹی	ریخ اپنا حیا سے ضبط کرتی
سمجھیں بے طورِ غم کے انداز	سکھیاں مگر اُسکی بھین جو ہراز
خود بھی وہ غریبِ خستہ جاں تھیں	غموں ار جو اُسکی ہر زماں تھیں

سوچیں "کہیں خیر میں نہ شمر ہو
 ڈر رہے کہ چنوں میں ہو کے میاں
 "یا عشق نہ خنجرِ گلو ہو
 وہ یا وصلِ صنم کی آرزو میں
 وہ بہتر ہے کہ کٹو پاس جا کر
 ممکن ہے کہ فکرو وصل کی ہو
 القصد گئیں وہ نزدِ درویش
 تھا رنجِ شکستہ سے ناشاد
 سوچا کہ وہ گلِ چین کو موزوں
 پھر جلد کیا سفر کا ساماں
 آخر جو دم و داع آیا
 بولا کہ "ہے اب ندامت اس جا
 "در آج سے ہوا ہے بیاہ تیرا
 دو کرنا طاعتِ نثار ہو کر
 وہ کہہ رہے خاکِ پاؤں شوہر

ایسا نہو اور یہ بہتر ہو
 کرے نہ قباے زندگی چاک
 آفت میں شہید و سرخرو ہو
 کھو جائے کہیں نہ جستجو میں
 سب حال سُنائیے چھپا کر
 پیدا نئے سرے زندگی ہو
 سب حال کہا بلا پس و پیش
 شادی کی خبر سے وہ ہوا شاد
 شوہر ہی کا گھر ہے زن کو موزوں
 جانے کے لئے گزر کا ساماں
 اُس روحِ رواں کو پھر بلایا
 بجا ہے تری اقامت اس جا
 بہتر ہے وہیں نباہ تیرا
 رہنا خد مت گنہار ہو کر
 ہے حق کی رضا، رضاے شوہر

<p> بولا "رضت! گلے لگا کے کی راہنمائی حسب دلخواہ ردئی بل بل کے ہر سکھی سے پھولوں کے پنھائے اُسکو زیور "اصلاً نہیں تجھکو حاجتِ پند" انگشتی بر محل دکھانا، "کرنا نہ کبھی مجھے فراموش!" خوش ہو کے کبھی ملیں گے باہم "تارے مری آنکھ کے ہن یگل" شاداب انھیں مدام رکھنا، ہر ایک شجر سے بل کے ردئی ہیں یاد کو تیرے دل کے بس داغ سینچے جاتی ہوں اشکت سے اب اپنی سکھی کو دو اجازت! اٹھتا ہے اب اپنا آئینا ہائے </p>	<p> یوں ہی سمجھا کے اور بچھا کے کر کے دو چیلے اُس کے ہمراہ مجبور جو تھی وہ بے بسی سے سکھیوں نے بھی پیار سے بس کسر یوں بولیں پھر اُس سے وہ خردمند "بھولے تھے گردہ شاہِ دانا روتی ہوئی بولی پھر وہ ذیوش تھے سخت جو اس جدائی کا غم پھر کہنے لگی یہ بے تا قتل "یوں لطف سے شاد کام رکھنا دیوار سے، در سے بل کے ردئی" رو رو کے کہا کہ "اے گلِ باغ! "پھولے گا مدام تو اثر سے "اے آہوے دشت ہو اجازت "اے بھلے طورِ نغمہ خواں! ہاے </p>
--	---

تفریحِ فضا سے دشت، رخصت
 پھر دیکھ کے آخری نظر سے
 تھی دل میں غم و وطن کی توفیر
 یوں گم تھی وہ خود کو کھو نیوالی
 کچھ دور گئی تو ایک دریا
 جلتا تھا جو اُس سے چرخِ پُرن
 دھونے کی جو دست دپا کے تھی چاہ
 الفت کا نشان یوں مٹا یا
 منزل پہ غرض وہ جا کے پہنچی
 درخواست اجازت گزر کی
 دشمنیت نے جلد اُسے بلایا
 عابد کی دعا کا یہ اثر تھا
 پوچھا "اے حورِ بے پردہ!
 "وجہ عدمِ ستر کیا ہے؟
 بولی وہ، جو دیکھی طرزِ بیداد

ترویج ہو اسے دشت، رخصت
 بن کو نکلی عزیز گھر سے
 چلتی تھی وہ جیسے ماندہ دلگیر
 ہو کر رہی بات ہونے والی
 لکھا قسمت کا سامنے تھا
 پانی میں گئی وہ سوختہ تن
 ڈوبی دریا میں خاتمِ شاہ
 بیہوش کو ہوش کچھ نہ آیا
 راجہ کے محل تک آ کے پہنچی
 دربان نے شاہ کو خبر کی
 آئینہ کو رو برد منگا یا
 دیکھا تو وہ شاہ بے خبر تھا
 کس باغِ جنان سے ہوا لڑی تو؟
 کیوں آئی ہے؟ مجھے کار کیا ہے؟
 "مظلوم ہوں کر رہی ہوں فریاد

”ما کام ہوں، مبتلائے غم ہوں“
 خورشید سے ہے شمع کا ساتھ
 تیری ہی تو ہاے کتھا ہوں
 میرا ہے جسم، آشنائی
 تقدیر نے طرفہ گل کھلایا

”کچھ ہوش ہے تھکوا، کہتی ہو کیا؟“
 کیا دھیان ہے کس خیال میں ہو؟
 کیسی شادی؟ کہاں کی رانی؟
 خود آنکھ سے بیوفائی دیکھی
 گریاں ہوئی حالِ زار پر وہ
 بولی گھبرا کے ”اے ہمارا ج!“
 ہے سب خبر، اور بے خبر ہے!“
 سب جان کے بھی بنا ہو آجائے
 ”وہ دل کی لگن تجھے نہیں یاد؟“
 یعنی وہ شکنتلا سے شادی؟

”مین ساکنِ خانۂ الم ہوں
 ”خدا ام کو ہے مطاع کا ساتھ
 ”تیری ہی کینز با وفا ہوں
 ”تیرا ہے ظلم، بے وفائی
 اس بات نے شاہ کو ہنسایا
 بولادہ کہ ”مجھ کو کہتی ہے کیا؟
 ”کس طرح ہے؟ کیسے حال میں ہو؟
 ”میں کیا جانوں تری کہانی؟
 راجہ کی جو کج ادائی دیکھی
 تھی خستہ دل فگار پر وہ
 تھا صبر و قرار وقتِ تاراج
 ”کیوں ہاے تجاہلِ اس قدر؟
 دانا ہو کر بنا ہے ناداں
 وہ صید، وہ بن تجھے نہیں یاد؟
 ”بھولا وہ غمین اداے شادی؟

بچنا تھا تو اجتناب ہوتا !
 واں خاک ہے نقشِ راہِ الفت
 دلبر کو بجا ہے دل نوازی
 ہمان کی ضرور ہے مدالت
 میں خود ہوں مثالِ آزمائش
 چھوڑا گھر بار تیری خاطر
 سختی سہتی ہوں صورتِ سنگ
 ہیں مرگ و حیات دونوں مشور
 قسمت ہی میں حصّہ الم ہے
 مجبور تھا دل تو جبر کرتی
 باور نہیں کرتے دکھا دوں
 دیکھا خاتم سے ہاتھ خالی
 سچی ہوتی ہے بات اچھوٹھی

اے کاش جہی حجاب ہوتا !
 ”یاں میں ہوں غریقِ جاہِ الفت
 ”واجب ہے لحاظِ عشقِ بازی
 آئے ہوئے پرستم یہ، ہبہات !
 ”گر کچھ ہے خیالِ آزمائش
 ”غربت میں ہوں خوار تیری خاطر
 ”میں محبسِ عشق میں ہوں رنگ
 ”دوا بستہ ہے تجھ سے جانِ بیمار
 ”معلوم نہ تھا خوشی میں غم ہے
 ”ورنہ مرجی کے صبر کرتی
 ”اچھا تو شہادتِ وفادوں
 ”انگشت پہ پھر نظر جو ڈالی
 ”گھبرائی کہ کیا ہوئی انگوٹھی

بیتاب ہوئی جو اور غم سے
 پڑھنے لگی یہ غزل الم سے

غزل

مظلوم پہ یہ عذاب کیوں ہے پھر اشک سے عالم آب کیوں ہے دل در نہ پڑا اضطراب کیوں ہے اتنا غم بھیاں کیوں ہے اُس زلف کو بیچ و تاب کیوں ہے اُس طبع میں انقلاب کیوں ہے دُنیا ہر نگِ خواب کیوں ہے بے فائدہ اضطراب کیوں ہے	مستوب پہ یہ عذاب کیوں ہے طوفان ہو نوح کا نہ ہر پا ندبیر سکوں نہیں کوئی آہ جو طبع پہ اُس کی بھی گراں ہو ہوں دامِ بلا کی خود میں خجیر ہے اس میں کچھ اپنے بخت کا پھیر کتنا ہے غمِ دالم کا احساس اسے روح نکل کہیں بدن سے
--	---

تھی بات تری تو راست اور سحر
اب کلمہ ناصواب کیوں ہے

خاموش ہو میں بنا نہ باہیں ماخوذ نہ بے گناہ کو کرا آئی ہے فریب دینے مجھ کو	راجہ نے کہا ”دکھانہ گھاتیں ”بدنام نہ نیک راہ کو کرا ”حیل سے چلی ہے لینے مجھ کو
---	--

<p> کچھ یاد ہو تو زبان پہ لاؤں بیگانہ سے سیل و بیاہ کیسا؟ ممنوع ہے صحبت زن غیر پر ہر خد اکا سخت ڈر ہے کھویا ہے جسے اُسی کو جا ڈھونڈ غصہ وہیں غمزدہ کو آیا زیبا تجھے یہ غلط بیانی کرتا ہے مجھے ذلیل و پتلام ایمان پہ تو نہیں ہے قائم یعنی آئین بادشاہی بس راج کے قابل بنیں تو فریاد سے بھپے ہے یہ بیداد راضی ہوں اُسی پہ جو رضا ہوا اب جاتی ہوں نامراد ہو کر بچھتاؤں گی سوچ کر کسی دن </p>	<p> خود رفتہ نہیں کہ بھول جاؤں ”جب رشتہ نہیں، نباہ کیسا؟ ”سہر چند ہے پاس مقصد خیر ”تجھے مجھے رحم سر بسر ہے ”بہتر ہے کہ اپنا راستا ڈھونڈ راجہ سے جو یوں جواب پایا بولی کہ ”نہیں تری زبانی خود ہو کے ذلیل اسے بد انجام ”اب آن پہ تو نہیں ہے قائم ”بھولا رہو محنت پسنا ہی ”یوں عاملِ فرض جب نہیں تو ہے داد رسی کی طرفہ ایجاد ”اچھا، تمکنت کا جو لکھا ہوا ”امید سے آئی شاد ہو کر ”یاد آئے گی میری گر کسی دن </p>
---	--

مُحرم ہوں اپنے ہم بغل سے
 یہ کہہ کے وہ نکلی صورت آہ
 بٹوے دہ کہ "اے کثیف دامن!"
 چھوڑا راجہ نے ہاتھ تیرا
 یہ کہہ کے چلے وہ، مُنہ کو موڑا
 ہر سمت کلامِ یاس سن کے
 بولی "ہے ہے یہ دن، خدا یا
 حامی نہیں کوئی بہر امداد
 "اے عشق! بتا، کدھر وہاں ہیں؟
 یوں سوچ میں وہ کھڑی تھی ناچار

رشتہ جوڑوں کی اب اجل سے
 اور ہو گئی ساتھیوں کے ہمارے
 کس مُنہ سے چلیگی اب تو بن
 بہتر نہیں اب تو ساتھ تیرا
 پیچھے اُسے نقشِ پا سا چھوڑا
 روئی مایوس سر کو دھن کے
 دُور آیا م نے دکھایا،
 ساتھی نہیں کوئی وقتِ افتاد
 آوارہ ہوں اور خستہ جاں میں
 ناگہ ہوئی نیکا نمودار

ہالہ میں لیا قمر کو آ کے
 فردوس کو لے چلی اڑا کے

چھٹا باب
 غمگساری

بدباعتی

پہونچا کس کس کی جان شیریں کو گزرتا
 کیا کیا ہیں میں کے جسم نازک پیوند
 افروز ہوتی ہے اور بیتابی سحر
 ہوگی نہ کبھی حشمت میں تاثیر پہنچے

لکھتا ہے غم نہاں عاشق
 جب بیکار اڑ گئی سما کو
 لیجا کے وہیں مکاں میں رکھا
 گھبراہی شکستہ کہا "ہاے!"
 نہیں بیخیر اور نیجاں ہوں
 دگر عشق کی خوب ابتدا تھی
 تجاں دینے نہ پائی دلربا کو
 اُردمانِ دل حزن میں نکلتا
 "اے دل! تری کچھ ہوئی نہ قدر تو
 دے تن کا کبھی نہ لحظہ بھر ساتھ
 "بہستہ جلوں تو اس سے جان
 گویا ہے تسلیم، زبان عاشق
 ہاتھوں میں ایسے شکستہ کو
 اُس عورت کو یوں جلاں میں رکھا
 کس طرح یہ کیا سے کیا ہوا ہے
 کیا جانے کیا ہوں اور کہاں ہوں
 ہوئی بُری اُسکی انتہا تھی
 دکھلائی وفائے بے وفا کو
 کل پڑتی جو دم کہیں نکلتا
 بہ جا کہیں آنسوؤں کے ہمراہ
 روح اپنی نفس کاٹے اگر ساتھ
 اکبار جلا دے اسے تپِ دل

اک خواب ہے جب قرار دنیا
 ”تھے عشق کے جسکے لب پہ کلمات
 ”حیراں ہوں کہ اُس نے کون جفا کی
 ”رویا نہ فغان بے اثر سے
 ”تھا پہلے جو عہدِ آشنائی
 ”جائے پر مرے جو ناخوشی تھی
 ”داروے ملاں اور کیا تھی
 ”کام آئی نہ اشک کی روانی
 ”تقدیر کا گو فتور ہے کچھ
 ”پھیکا پڑا رنگِ عصمت اور دل
 ”رُسوائی کے پردہ میں چھپا منہ
 ”نفرت یہ عیاں ہے ہر کہیں سے
 ”اُس گل سے گئی وفا کی بوہار
 ”حسرت کا عبا رہو گا دل میں
 ”جی ہی میں رہا وہ شوق جی کا

ناحق ہو پھر اعتبار دُنیا
 ”پوچھی اُس نے نہ بات ہی بات
 ”کیا ہائے خطا تھی بیخفا کی
 ”دل تک نہ پہنچا چشم تر سے
 ”میڑھی تھی پھر آہ کج ادا کی
 ”ناحق تھی جو یوں فراموشی تھی
 ”تدبیر وصال اور کیا تھی
 ”ہاں بھر گیا آبرو بچ پانی
 ”دل کا بھی مگر قصور ہے کچھ
 ”حرف آگیا اپنے نام پر ہاں
 ”دنیا کو دکھاؤں ہائے کیا منہ
 ”ہے دور اجل بھی مجھ حزن سے
 ”پانی ہوئی دل کی آبرو ہائے
 ”ارمال کا مزار ہو گا دل میں
 ”اب لطف نہیں ہے زندگی کا

"اے عشق، بنا سے رنج و آفات
 وہ شادی وصل تھی کہ تھا رنج
 اچھا نہ کروں گی، شکایت
 ٹھب سے مجھے بے نیاز کرے
 مگر، آگے اہل! دو اے ناچار
 گنتوں کو چھڑا دیا الم سے
 ہے رنج سے کب پناہ کوئی؟
 پیار سی کھیو! تھیں خبر ہے؟
 جیلوں نے کہا ہو گا کیا حال؟
 پھیلا مری وجہ سے یہ سب رنج
 میں جان سے یا خدا گزرتی!
 رو رو کے جو پھر نظر اٹھائی
 سب بھول چکی تھی محو ہو کر
 گھبرا کے کہا کہ "نام تیرا؟"
 بولی وہ کہ "ہاں کیا بتاؤں

خوب اپنے دکھائے ہیں کمالات
 تا بھر میں اور ہو سوار رنج
 آ، وقت پہ تو ہی کر حمایت
 اپنا ہی شہید ناز کر دے!
 آغوش سی وا ہے چشم بیمار
 آ، جھکو بھی دے نجات غم سے
 ہمارا نہیں ہے آہ، کوئی؟
 کیسی ہے شکنتلا؟ کدھر ہے؟
 کیا ہو گا الم سے کٹو کا حال؟
 کس کس کو ہو امرے سبب رنج
 بیزار ہوں جی سے کاش مرقی
 دی سامنے مینکا دکھائی
 حیرت زدہ چونک اٹھی وہ سوکر
 کیوں آئی ہو؟ کیا ہے کام تیرا؟
 مادر تری مینکا پر سی ہوں

واقف ہوں ترے فسانہ سے میں
 ہر لحظہ تری نگاہیں بھٹی
 فردوس میں لائی ہوں اٹھاکر
 چپ ہو کے حیا سے سر جھکایا
 کرنے لگی شکرِ غمگساری
 سینہ سے لگایا پیار کر کے
 اے دستِ عزیز جانِ مادر!
 دل روتا ہے تیرے رونے پر ہلے
 ہاں صبر ہے راہِ عشق میں شرط
 ناحق ہے رضائے رب پر افسوس
 ساتھی نہیں کوئی یاں کسی کا
 ساتھی ہیں اگر تو صرف اعمال
 اک رنج و طرب کا کارخانہ
 غمِ غم میں ہنو خوشی خوشی میں
 آنے کو ہے پھر کے پھر کیا وقت

لا علم نہیں زمانہ سے میں
 گو تجھ سے مدام میں نہاں بھٹی
 بے یار و دیار تجھ کو پا کر
 آگاہ جو ماں کو اُس نے پایا
 کچھ سوچ کے پھر باہ و زاری
 ماں نے اُسے ہکٹا کر رکے
 پھر بولی کہ "اے نشانِ مادر!
 غم ہے ترے غم کے ہونے پر ہلے
 پُر جبر ہے راہِ عشق میں شرط
 بے سود ہے اس تعب پر افسوس
 ہوتا نہیں یہ جہاں کسی کا
 ہمدم ہیں اگر تو اپنے افعال
 کیا ہے یہ مرقعِ زمانہ؟
 راحت ہے یہاں تو صرف ہی میں
 رونے میں نیلیں غبت گنوا وقت

ہونی تھی جو، ہو چکی وہ بیداد
 ”کی شہ نے ضرور کج ادائی
 ”کچھ عہد وفا کا پاس کرتا
 ”گو یوں ہے عیاں فتور اُسکا
 ”ناحق ہے گلہ کی یہ حکایت
 ”تو خود کو جو جانتی تھی مجبور
 پھر کہنے لگی یہ خوش بیانی
 صحرا میں شگفتہ کا وہ عنبر
 درِ باساکا وہاں گزرتا
 وہ خشم فقیر، بد دعا وہ
 وہ حالتِ منت و سماجت
 پھر روکلام کی وہ تدبیر
 مادر سے یہ سن کے ذکر جا بگاہ
 شکھیوں نے کہا تھا جو کچھ اُسدم
 ”شاید مرے غم کا پاس تھا اے
 ”کی کچھ نہ حفاظتِ تساہی
 پڑنی تھی جو، پڑ چکی وہ افتاد
 لاریب یہی ہے بے وفائی!“
 ”کچھ خوفِ خدا کا پاس کرتا
 دراصل نہیں قصور اُسکا
 ”کراپنے ہی بخت کی شکایت
 تھا وہ بھی کسی سبب معذور
 وہ وقت گزشتہ کی کہانی
 وہ عشق میں بیخودی کا عالم
 اُس غمزدہ کا ادب نہ کرنا
 سکھوں کا گزر وہ، التجا وہ
 درویش میں پھر غم و رحمت
 وہ خاتمِ گم شدہ کی تاثیر
 گھبرائی شگفتہ کہا ”آہ“
 وہ بہر وصال، مآثرِ خاتم
 مجھ سے نہ کہا یہ ماجرا ہائے
 بدخواہی ہوئی وہ خیر خواہی

ہونی تھی جو، ہو چکی وہ بیداد
 ”کی شہ نے ضرور کج ادائی
 ”کچھ عہد وفا کا پاس کرتا
 ”گو یوں ہے عیاں فتور اُسکا
 ”ناحق ہے گلہ کی یہ حکایت
 ”تو خود کو جو جانتی تھی مجبور
 پھر کہنے لگی یہ خوش بیانی
 صحرا میں شگفتہ کا وہ عنبر
 درِ باساکا وہاں گزرتا
 وہ خشم فقیر، بد دعا وہ
 وہ حالتِ منت و سماجت
 پھر روکلام کی وہ تدبیر
 مادر سے یہ سن کے ذکر جا بگاہ
 شکھیوں نے کہا تھا جو کچھ اُسدم
 ”شاید مرے غم کا پاس تھا اے
 ”کی کچھ نہ حفاظتِ تساہی

<p> بیجا تھا وہ شکوہ زبانی تاثر تھی سب وہ بد دعا کی سایہ اسی روز بد کا تھا ہاں کریا و خدا سے سب فراموش بگڑی کا ہے وہ بنانے والا ہاں قادر و کار ساز ہے وہ اور پاک ہے غیبیوں کے نزدیک مشفق ہے اگر کیا شفقت آخر بی تاب نہ اضطراب سے ہو لازم ہے سکون عاشقی میں پھر آئے گا روز کا مرانی سچی کبھی ہوگی بات جھوٹی مہجور کو وصل یار ہوگا یاں ٹھہرے کہ یہ بھی ٹھہرے تیرا سکھلائے وفا کے سب قرینے </p>	<p> ”اے دل! یہ غلط ہے بدگمانی ”نفرت تھی نہ یونہی آشنا کی ”ہو غفلت عشق کا برا ہاں ”بٹولی وہیں میکا کہ خاموش ”پٹھڑے کا ہے وہ ملانے والا ”جاں پرورد دلنواز ہے وہ ”نہا پاک ہے تو جہاں کے نزدیک ”آئے ہی گا جو شہ رحمت آخر ”آشفہ نہ بیچ و تاب سے ہو ”واجب ہے تحمل ابتری میں ”ٹھہر ہوگی حصول شادمانی ”پائیگا کبھی تو شہ انگوٹھی ”مضطرب کو کبھی قرار ہوگا ”کس فکر میں دل مگر ہے تیرا ”سمجھا کے غرض اسے بری نے </p>
--	--

<p> کیا عشق میں بند سے بھلا صبر کھلی جاتی تھی شمع ساں اور تھا جسم و ہاں، زمیں پہ جاں تھی اور ضبط سے جسم زار جلتا آسید کو یعنی تھی ترستی کرنے لگی انقضا سے آیام لانی وہیں حسن کا مژدہ جیسے کہ صدف سے در شہوار تھا جسم میں اک مثال خوبی ممنون تھی بخشش خدا کی پیدا ہوا زیست کا سہارا پہلانے لگی دل حسرت کو کچھ بھول کے غم کو مسکراتی سسے کے بلا میں پیار کرتی بڑھتا ہی گیا ہلال کی طرح </p>	<p> باتوں سے مگر اُسے نہ تھا صبر جوش تپا آہ تھا گراں اور گو ساکن خانہ جنناں تھی آپہں کرتی تو دم نکلتا بس یاں تھی چہرہ سے برستی اس طرح و ہاں عرض و ناکام تھی حسن سے شاخ بارودہ یعنی اک طفل تھا نمودار تھا حسن میں اک کمال خوبی تسکین جو ہوئی شکنتلا کی جینے کا نہ تھا جو اسکو یارا اک جنس خوشی ملی غمیں کو شکل خداں نظر جو آتی اُس طفل پہ دل نشا کرتی اُس ماہ میں تھی کمال کی طرح </p>
---	---

جنت میں تھے صورتِ تنِ مجاہ
وہ غیرتِ حُور و رشکِ غلمان

ساتواں باب یا دِ صنم

زُباعی

سب جا کے بھی جاتا نہیں وہ نہیں	ہے عشق میں آہ و رنج ویاں و حیل
خود جان کو ہے بھلائی یا دِ جانان	ہوتا ہے نشان سے بے نشان عاشقِ ہجر



اب کلک کا اضطراب یوں ہے	کیفیتِ بیچ و تاب یوں ہے
کم مایہ مگر کشیرِ اولاد	تھکا مایہ گیر کوئی ناشاد
ڈالا دریا میں جال جا کر	اک دن دامنِ ہوس میں آ کر
پھلی ایک اُسکے ہاتھ آئی	کی بخت رسا نے یوں رسائی

لا کر جو اُسے ، شکم کیا چاک
 ماہی سے ہوئی تھی آگ ظاہر
 ممتون تھا رب کی سروری کا
 سودا جو ہو اپنے خریدار
 لوگوں نے وہاں جو دیکھی تھیں
 لا کر وہیں کو تو اہل شہ کو
 شہنہ پھر اُسے کئے گرفتار
 انگشتی کی بوشاہ کو پیش
 آنکھوں سے اُسے وہیں لگایا
 اک آہ نکل گئی وہاں سے
 دے کر وہیں مال و زر بکثرت
 دم رکتا تھا ضبط سے جو ہر بار
 اک خیریت گل سے دیں تھا دغ
 بسمل تہ تیغ ہجر ہو کر
 تھا شیفہ شکنتلا و ہ

عنچہ سا کھلا خوشی سے غمناک
 پائی اک حسا تم جو اہر
 شا کر ہو ا بندہ پروری کا
 لایا اُسے بیچنے وہ بازار
 راجہ دشینت کی تھی خاتم
 محرم ٹھہرایا بے گنہ کو
 فی الفور گیا حضور دربار
 باطل ہوئی بددعاے درویش
 معشوقہ گم کا کھوج پایا
 تھی نام کی یاد اُس نشان سے
 چھو اُسے کو شہ نے دی اجازت
 اٹھا ، برخاست کر کے دربار
 بلبل سا گیا وہ جانب باغ
 تڑپا سیما بدار مضطر
 نالاں فرقت میں یوں ہوا وہ

"میری نہ خطا تھی، اے وفادار!
 "دوبیکا نہ بنا دیا عجب ہے
 "اُس آئینہ رو کو دیکھ کر حیف
 "بھولی بُخ آشنا کو اے دلے
 "خونبار پہ رحم کچھ نہ آیا
 "بدگو نے جلایا اُسکی جاں کو
 "یاد آئی تری عرقِ فشانِی
 "مے مشق تے ہاے یوں وفا کی
 "اب محو خیال ہو رہی ہے
 "کھٹکا سا پرندِ روح کو ہے
 "کس دل کی دوا کو ہاے کھویا
 "کس مہر سے دل پہ یوں لیا داغ
 "اس حال سے بے نشان گئی تو
 "اُس ہوش رُبانے سب بھلایا
 "اب نکلے گی جان جستجو میں

بے مہر ہوا میں خود گنہگار!
 "جانا نہ یگانہ کو غضب ہے
 "حیرت سے رہا میں بخیر حیف
 "بینائی اب آنکھوں سے نکل جائے
 "دل ہو کے لہو بے خدا یا
 "چھالے ہوں نصیب اس زباں کو
 "ہوں شرم سے ہاے پانی پانی
 "اُلٹی عاشق نے خود دغا کی
 "جاں تن کو وبال ہو رہی ہے
 "دھڑکا سا دلِ قیوح کو ہے
 "کس جنسِ وفا کو ہاے کھویا
 "کس ماہ کو اُت لگا دیا داغ
 "کیونکر جانوں، کہاں گئی تو؟
 "سوچوں تدبیر کیا؟ خدا یا!
 "مرتا ہوں اجل کی آرزو میں

”اے چشم! یہ حال زار کیوں ہو؟
 ”ڈالی نظر جفا ستھاری!
 ”ہے جو شمس سزا سے قلبِ ناکام
 ”کیا کیا اُسے آئی چاہ کی یاد
 ”کچھ ہوش مجھے مگر نہ آیا
 ”خاتم! تجھے ہائے کیا ہوا تھا؟
 ”جہاں تجھ میں مگر بھلا کہاں ہو؟
 ”تو نے نہ دیا جو ساتھ اُس کا
 ”تصویر نگار! کچھ پتا دے!
 ”ہاں، اصل کا تجھے اک نشان ہے!
 ”تو نے اے شمس عالمِ فردز
 ”تجیسا مجھے رشک نے جلایا
 ”آپے میں نہیں، شمیم! تو ہے
 ”تو آہ مجھے بنا کے محبوبوں
 ”غنیحو! یہ چہل پہل نہیں خوب

کھو کے گمراہ شکیبار کیوں ہے؟
 کی خوب صنم کی پردہ داری!
 اچھی کی خاطر دلا آرام،
 رو رو کے دلائی بیاہ کی یاد
 گمراہ تھا، راہ پر نہ آیا،
 انگشتِ صنم کو تھا جو چھوڑا،
 اور میرے بدن میں آہ جاں بڑا
 چھوڑا کیوں میں نے ہاتھ اُسکا؟
 تدبیر قرار کچھ بتا دے!
 تو نقل ہے جسکی وہ کہاں ہے؟
 دیکھا کہیں وہ جمالِ دلسوز؟
 یوں یہ بھی جلا کرے، خدا یا!
 اُس گل کی نگر اُڑائی ہو ہے
 دکھلائے گی سیر کو وہ ہاموں
 یہ خندہ بے محل نہیں خوب

”مجھ خستہ پہ ہنس کے زاد ہو گے
 ”وکیون مرغ چمن! سخن سرا ہے؟
 ”اے گل! یہ عبت ہے دلربائی
 ”بلبل! میں تجھے ہلا کے روؤں
 عاشق کا شریکِ حال تو ہے
 ”آ، دونوں ہم الم سنائیں
 ”یوں اُسکو پھر اُسے خوار ہو گا
 ”دل حبکا سر مرزہ سے شق ہو
 ”جس گل کو خیال یار دے رنج
 ”ہو حسرتِ دل کی جو کہ جاں لے
 ”اپنا یہ نتیجہ عمل ہے
 ”جوں بخت ہے تیری خوشی صدف
 ”سب کہتے ہیں تجھ کو یارِ عاشق
 ”نشايد تو علاجِ دردِ ہم ہے
 ”یہ بند ہو گر جدا تو جانوں

”تم بھی کبھی دلفگار ہو گے
 ”اُس سخن سے کب تری صد ہر؟
 ”بے تجھ میں کہاں وہ جانفزائی؟
 ”آ تجھ کو گلے لگا کے روؤں
 خود تجھ میں جو عشقِ گل کی بو ہے
 ”کچھ دیر اسی میں غم بھلائیں
 ”کیا چرخ تجھے نثار ہو گا؟
 ”یوں خار سے اُس کو آفِ قلق ہو
 ”حیف اُسکو ہو دھوپ چھاؤں رنج
 ”اس طرح پھرے رواں دواں لے
 ”اپنے ہی کیے کا ہاے پھل ہے
 ”سوئی اے مرگ تو بھی صدف
 ”اور بہارِ دمِ غمسا رِ عاشق
 ”چارہ پے اشتہائے غم ہے
 ”اس قید سے ہوں رہا تو جانوں

سو دا کسی زُلف کا ہوا ہے	اک سانپ سادل پہ لوٹا ہے
”ہے یاد کر سے اک ستم ہاے	ہے سامنے منزلِ عدم ہاے
”بس موت کی یاد کر رہا ہوں	جیتے ہوئے ہاے مر رہا ہوں
مصطر جو تھا درِ وجانتاں سے	نکلی یہ غزل وہیں زباں سے

غزل

افسوس اثر نہیں دعائیں	اشکوں کے گہر نہیں بجائیں
جینا ہے نہ عشق میں نہ مرنا	ہے صبرِ فنا میں نے بقائیں
وحشی ہیں اڑائیں دشت میں خاک	اُس رشکِ غزال کی ہوائیں
پہنچیں کیا اُس مسجِ دم تک	دم ہی نہیں آہِ نارِ سائیں
جلوہ نے کیا جو آکے بیہوش	معتوق کو شک ہو اوقائیں
پھرتی ہی نہیں خیال سے آنکھ	کیا جذب ہے اُسکے نقشِ پائیں
زلف و شبِ ہجرتِ ہنجستی	اک جان بے اود ہے ہر بلا میں
کہتے ہیں جسے اذیتِ نزع	ہے وہ دل درد آشنائیں

پر دانہ کو سوزا شمع کو اشک
خوش کون ہے سحر اس سراپیں

آٹھواں باب

جنگ

مرباعی

مہر شے میں ہے تاثیرِ حیدرِ اگاہِ عیال
کرتے ہیں فرشتے بھی وقارِ انساں

قرباں تری قدر کے ہیں ہم دیو
رکھا اک شب گلِ مین و دجہرِ پاک

یوں خنجرِ خامہ و خنشاں ہے
یعنی دُشنیتِ شاو و بھور
سرگرم رہ نگار میں تھا
قمری کو نہ سرو باہتہ آیا
تقدیر پہ چھوڑ کر کیا صبر
تھا تختِ شہی پہ رونقِ افروز
اک مژدہ ملا پس اُسکو ناگاہ

تحریرِ جو جنگ کا بیاں ہے
وہ محوِ فراقِ خیرتِ حور
سو زان تپ بھریاں میں تھا
کتنا ہی سراغِ گو لگا یا
تدبیر سے جب نہ کچھ بلا صبر
حسبِ معمولِ شاہ اک روز
نغمین جو تھا وہ صاحبِ جاہ

آیا اک شخص معروضات سے
 خوشبو سا ہوا میں شامل آیا
 پوچھا راجہ نے ”حال کیا ہو
 بولا وہیں ہو کے وہ زمین بوس
 ”خنگ ان دنوں یوں غصہ ہے
 ”ہے کارا شد، شتاب چلیے
 پیغام سنا تو آگیا جوش
 مہنہ گرمی خشم سے تھا خناب
 جوش جرات سے تھا ہو گرم
 ارشاد ہوا یہ حکم اک بار
 فوراً ہوئی بستہ صف بصف
 راجہ نے سجا کے یوں رسالے
 اٹھا جو بگولہ سا ہوا پر
 آمد کی غرض خبر جو پائی
 بھائی کی طرح گلے لگایا

سیارہ کی طرح آسمان سے
 شہ کے وہ غرض مقابل آیا
 کیوں آیا ہے تو سوال کیا ہو
 ”ہوں قاصد اندر شاہ فردوس“
 بہر کمک آپ کی طلب ہے
 ہے وقت مدد، شتاب چلیے
 بس دور ہو اغم اور بڑھا جوش
 خورشید بنا بدل کے ہتاب
 لڑنے کو ہوا وہ جنگجو گرم
 ساماں ہو دیت سب ہوں تیار
 جاں دینے کو آئی سر بکف فوج
 منگوائے ”ہواں“ اڑنے والے
 دم بھر میں وہ اڑ گیا سما پر
 کی اندر نے آکے پیشوائی
 فردوس میں اُس ملک کو لایا

پوچھا شہ کے مزاج کا حال
 ماہر سے محل میں دونوں آئے
 ناقوس بجانے کا دیا حکم
 راجہ پہ نثار بسکہ تھی فوج
 گھنٹیاں تھا جو خیل ابرسا تھا
 ہر سر میں خمار گر نجوشی
 یوں سچ کے چلی سپاہ جزار
 آندھی کی طرح فرشتے آئے
 تھے بادہ جوش سے یہ سرشار
 اس سمت جو گنگا موجزن تھا
 برپا تھا عجیب زور میں غل
 دمی آنکھوں جب افسروں نے آواز
 تو رزم ہوئی وہیں بیا ایک
 بہنے لگا خون شکر وں کا
 انداز کہاں وہ فتنہ زار تھا

پوچھا پھر اُس کے راج کا حال
 نکلے پئے جنگ، جاں لڑائے
 تیار سی فوج کا کیا حکم
 آواز پہ جمع ہو گئی فوج
 چابک تھا جو اس پادشاہ تھا
 سوداے خیال جانفروشی
 آگے تھے وہ دونوں شاہ جزار
 اور دیو بسان ابرچھائے
 بدست شراب وہ سیہ کار
 طغیانی پر اُس طرف تہمت تھا
 جہ طرح ہو بحر شور میں غل
 فوجوں نے بجائے جنگ کے ساز
 جاں لینے کو ایک پہنچے کا ایک
 بڑھنے لگا جی دلاوروں کا
 جو تیر تھا ناوک قضا تھا

تھے مریخ صفت خدنگ پڑاں
 شوخی تھی جو بھال جانشن تھی
 تھی گرد میں رقص تیغ کی دید
 تھی باڑھ میں آب کی روانی
 ابرو سے نگا کی سی جنبش
 گویا تھی ہلال عید قرباں
 بجلی سی چمک رہی تھی رن میں
 یوں رنگ اہو کا ہر کہیں تھا
 دیوان سیدھے بسکہ پُرفین
 چمکائے کسی نے سحر کے رنگ
 گہم آب گئے شرر فتاں تھے
 کب خوف ملک کو تھا فسون سے
 ہوتے تھے غضب فرشتوں کے وار
 تھی تنگ جو روح جسم بد سے
 دشمنیت بھی رن میں برجل تھا

اک لمحہ خاص میں بحر خواں
 تیر نظر صنم سناں تھی
 جوں بحر میں لمحہ ہائے خورشید
 تھا دھار میں کس بلا کا پانی
 شاخ پڑ بار کی سی جنبش
 ہر فرق تھا جس کے زیر فرماں
 شعلہ سا بھڑک رہی تھی بن میں
 گلزارِ شفق سر زمیں تھا
 لڑتے تھے بچا کے جملہ سے تن
 دکھلائی کسی نے شانِ نیزنگ
 پوشیدہ کبھی، کبھی عیاں تھے
 جادو کو بہا یا سیلِ خوں سے
 غلطاں تھے آہ میں دیوِ خو خوار
 نکل جاتی تھی ہر جند سے
 دشمن کو فرشتہ اجل تھا

<p> جیتا وہ شریک جنگ ہو کر تھا انہی جو فضل کبریائی تھی ان کے گلے کا ہار نصرت جیتا وہیں زندہ دل تو لوٹا کی شاہ زمیں کی میہمانی مرہون بنا عنایتوں کا سجنے لگی روزِ بزمِ راحت ہر سر میں سکون و نشیں تھا ہر اک نے خوشی سے گھر بجایا </p>	<p> دریا میں رہا نہنگ ہو کر دیوؤں نے شکستِ فاش کھائی اور اُونکی تھی ہار سے بُری گت یعنی اندر اپنے گھر کوہِ کوٹا برتے آدابِ سیزبانی ممنون ہوا حسایتوں کا خوب اُس سے رہا وہ گرمِ محبت بہر دل میں فراغِ جاگزین تھا ہر اک نے خوشی کا راگ گایا </p>
--	--

دلکش تھا ہر ایک کا رخانہ

وہ شہر تھا یا نگار خانہ

نواں باب

وصال

رباعی

تو ام ہر جہاں میں راحتِ غم کی مثال
گو لازمِ عشقِ تیر فرقت ہو ضرور
ہو خندہ برق وابرِ گریاں کا حال
ہے بعدِ شبِ فراق پھر روزِ وصل



شادی سے جو دور ہو گیا رنج
وہ زینتِ ملک و تخت و دیہم
فردوس میں جلوہ زاتھا اب تک
کچھ وقت غرض وہاں گزارا
مانگی شہِ اندر سے اجازت
اُس جا پہ ملا نکو بخت
دُشمنیت کو مثلِ گل چڑھایا
یوں جا کے وہ پھر بصدِ منت
تھا دل میں جو شوقِ پاک کیسر
خواہش تھی حصولِ خیر کی بھی
یوں بلبلِ خامہ ہے نوا سنخ
یعنی دُشمنیتِ شاہِ اقلیم
مہماں شہِ اندر کا تھا اب تک
جانا اُسے پھر ہوا گو ارا
ملِ بل کے ہوا خوشی سے نصرت
تیار تھے اندر کا لیے تخت
نکست سا ہوا اُس پر اڑایا
استحسان پہ دیوتوں کے پہنچا
درشن کے لیے چلا اتر کر
اور سر میں ہوا تھی سیر کی بھی

تنویر کی اک زمیں تھا وہ شہر
 نخل و گل و سبزہ زار دیکھا
 گو یا تھا جو طائرِ چمن تھا
 زہت سے بھرا تھا صحنِ سارا
 اُس ساحتِ صاف میں کسی جا
 جو دھیان میں مجوہہ تن تھے
 یا لطفِ جنات اٹھا رہے تھے
 عوروں کا کہیں پہ جھکنا تھا
 چھتی تھی حُجُور میں طرزِ گفتار
 اِس طرح وہ ناظمِ تماشا
 ناگہ عوضِ شکیب پایا
 اک طفل تھا نزدِ راہِ واپس
 ماہِ کامل جمالِ انور
 اک نورِ کمال تھا نمودار
 صورت تھی وہ عکسِ حسنِ دلخواہ

تھا نور کا بحر، نور کی لہر
 خنداں لُٹخ نو بہار دیکھا
 قدرت کی ثنا میں نغمہ زن تھا
 اک طرفہ صفا کا تھا نظار
 جمع ارواحِ پاک کا تھا
 یوں دل کی لگن میں بس گن تھے
 باہم خوشیاں منا رہے تھے
 پریاں تھیں کہیں پہ بزمِ آرا
 ہر لب پہ تھا خندہ اشکبار
 تھا محوِ نظرِ تماشا
 نظرِ اُردہ دلفریب پایا
 جلوہ تھا قمر کا کمکشاں پر
 دلخواہ و دلفریبِ دلبر
 شاہانہ جلال تھا نمودار
 حیرت زدہ دیکھ کر ہوا شاہ

بازی میں وہ طفل شیردل تھا
 دایہ نے کہا وہ نہ کھیل اُس سے
 نہیں لاتی ہوں جا کے شیرگل اور
 تھا طفل نڈر تو پھر برابر
 ساکت تھا جو شاہ ہوش کھو کر
 تعویذ گلے میں طفل کے تھا
 چھوٹے جو بجز پدر کوئی اور
 ناگاہ شکستہ ہو کے یکسر
 راجہ نے اٹھا کے پھر بچایا
 تعویذ جو چھو کے تھا وہ محفوظ
 لی دایہ نے جلد راہ گھر کی
 ہجرت میں بلا نود و صلت
 سمجھی کہ وصالِ بابر ہوگا
 لقتدیر جو روبرو راہ پائی
 یعنی یہ چلی ادھر سے پرورش

اک بچہ شیر منسل تھا
 رہ دُور ہی کر نہ میل اُس سے
 یہ کہہ کے چلی وہ گھر کو فی الفور
 تھا کھیل رہا اُسی جگہ پر
 بست بن گیا محو دید ہو کر
 جو بد نظری کا تھا مداوا
 دُسے وہیں سانپ بنکے فی الفور
 آیا تعویذ وہ زمیں پر
 جو سامنے آن پہونچی دایہ
 حیراں ہوئی وہ، دل کا محفوظ
 اُس طفل کی ماں کو یہ خبر کی
 بیمار نے پائی بوسے صحت
 دُور اسب غم انتظار ہوگا
 توجاہ دہ وصل پر وہ آئی
 دیکھا ادھر اُسکو شہ نے باذوق

<p> شرم اور اداسے آتے دیکھا ہر نقش، نگار کا سا پایا پہچان لیا شکستہ کو پہلو میں لیا جگر کی صورت گیسو کی مڑھ سے لیں بلائیں آنکھوں نے کیے نثار گوہر اشکوں سے غبارِ دل نکالا طعنے ہوئے دلربائیوں کے یاں اپنے کئے پہ تھی ندامت یاں شاہ تھا سرنگوں الم سے چاہی قصصِ سیر کی معافی میں پا بھی چکا سزا جفا کی! تکلیفِ فراق دورِ دہجرت جھٹکواتی کٹنیں تھی چاہ تیری کھائے ہیں گلوں سے داغِ پرداغ </p>	<p> رُک رُک کے قدم بڑھاتے دکھیا چہرہ رُخ یا رکا سا پایا جانا، دلدارِ دلربا کو آنکھوں میں لیا نظر کی صورت عارض کی نگہ سے لیں بلائیں قرباں کپے شاہوار گوہر آہوں سے بخارِ دل نکالا شکوے ہوئے دلربائیوں کے واں شرم تھی مقتضائے نظرت واں شانِ حیا تھی سر کے خم سے مجرم نے گنہ کی کی تلافی بولا وہ کہ ”اے پری وفا کی! ”کیا کیا سہی تیرے غم میں آفت ”تھی کھوج یہ ہر شکِ ماہِ تیری ”وحشت نے دکھائے باغِ پر باغ </p>
---	---

<p>الطاف و لوازیش و وفا کر، اُسے مالک و پردہ و اعصمت وابستہ ہے تجھ سے زندگانی یعنی میں وہی شکستہ ہوں جھکو بھی تو صد مہم تھا روشن تھی جہاں میں نار و نرغ ہر آہ جلا رہی تھی دل کو رونا تھا تری جدائی کا ہاں دشواریوں میں بھی پدید تھی یاس خود دل ہی مرا جو پیر خطا ہے ہے شکر پھر آئے وصل کے دن یوں داغِ فراقِ دل سے دھوئے باہم مہ و مہر کا قراں تھا آغوشِ پدر میں وہ پسر تھا وہ رشکِ ملک، وہ غیرتِ حور</p>	<p>”غم اب مرے حال پر ذرا کر! کہنے لگی وہ نگاہِ عصمت ناسحق ہے یہ تیری بدگمانی تیری وہی ہاں با وفا ہوں ”کیا اک تو ہی مبتلائے غم تھا ”ہر گل تھا مجھے شرا و درخ ”ہر سانس تارا ہی تھی دل کو ”غم تھا تری بیوفائی کا ہاں ”بیجاں تھی یہی تھا جان کا حساس ”پراس میں ترا تصور کیا ہے؟ شکوہ کا نہیں یہ وقت لیکن یہ کیمے ہسم وہ مل کے لئے کیا جلوہ برائے آسماں تھا شہ کے لئے طفلِ زیبِ بر تھا واپس ہوئے بارے مل کے مجبور</p>
--	--

کشیپ نامی رشی کا گھر تھا
 شہ نے بھی کیا جو اُسکو آباد
 ٹھہرا کے اُسے بصد عنایات
 پھر قاصد تیز گام بھیجا
 ”کیا بات ہے رحمت خدا کی
 ”یوں دُور دکھ آپ ہو گیا ہے
 راجہ نے رشی ہی کی زبانی
 کچھ دن دُشْنیت رہ کے ناچار
 کشیپ نے وہیں بطحان شفقت
 اس طرح وہاں سے جب چلے وہ
 تجویز سفر اُسے سنائی
 آیا جو غم مندراقِ دُختر
 الفت کے دکھا کے یوں قرینے
 پہلے کی سنا کے پھر کہانی
 کہہ سن کے کیا بصد محبت

گھر تھا اب یہی شکنتلا کا،
 یہ دیکھ کے وہ پرشی ہوا شاہ،
 دکھلائے مرا سہم مدار است
 اور کتنو کو یہ پیام بھیجا
 وہ بات رہی نہ بد دعا کی
 بچھڑوں کا ملاپ ہو گیا ہے
 خاتم کا سنا سر ہسانی
 جانے پہ ہوا وطن کے تیار
 راجہ، رانی کو دی اجازت
 شاداں سوئے نینکا گئے وہ
 جانے کی خبر اُسے سنائی
 لپٹا کے گلے سے روئی، مادر
 سو نیا اُسے شاہ کو پر ہی نے
 آئندہ کو چاہی مہربانی
 دُشْنیت و شکنتلا کو رخصت

<p> فردوس سے آئے ہستناپور پھر بیل و گل چمن میں آئے لوگوں کے پھر آئی جان میں جال آیا تو محل میں مچ گئی دھوم راجہ نے دکھائی اپنی رانی ہر خاص کو، عام کو، دکھایا تھا شور مبارک و سلامت شاداں تھی رعیت و فادار دی جنس و فاکسی نے جا کر وہ شاہ بہار بے خزاں تھا الماس رہا گہر سے وصل دن عید تو شب برات تھی رات دونوں سکیوں کو پھر بلایا اپنی کہی سرگزشت سازی وہ خاتم شاہ کی کرامات </p>	<p> القصد وہ رہروان مسرور بچھڑے بلکر وطن میں آئے دیکھا جو شہ مسیح دم و اں اس طرح غرض وہ نیک مقصوم کہکر وہیں عشق کی کہانی شہزادہ کو پیار سے اٹھایا شادی کی محل میں تھی قامت ہر سمت ہو اغوشی کا اظہار کی نذر خلوص اک لئے اگر ہر شخص نہال نخل ساں تھا بارے جو ہوئی مراد حاصل کشتے تھے ہنسی خوشی سے اوقات موقع جو شکنتلا نے پایا بل بل کے گلے باہ و زاری اُن سے بھی سنے دعا کے حالات </p>
--	---

سامانِ طرب جو تحفہ فراہم | سب رہنے لگے خوشی سے ہم

تھا شاہ بھرت وہ طفلِ خوش کام
مشہور ہے جسکا آج تک نام

یہ سہ ماہی

قطرہ تالیخ

ہے شکرِ خداے پاک اے سحر | آخر ہوئی داستانِ خوبی
بولا دل خوش برائے تالیخ | کیا خوب ہے ارغمانِ خوبی

۶۱۹۱۰

تمام شد

عطیہ

(اقبال و راستح (ہنگامی)

دام بابو سسک سسنگ

ک ۱۱

۸۹۱۵۲۱

(سی ۱۴ دیش) DUE DATE

۲۲۱۰۶

Ram Babu Saksena Collection

॥ १९१५ (१९१५)

१९१५

Date	No.	Date	No.